شرح
ارکان ایمان

تالیف

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

ترجمہ

ابوالفوزان کفایت اللہ السنابلی

داعی اسلامک انفارمیشن سنیٹر، ممبئی۔

ناشر
اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی
IC Islamic Information Centre

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾[آل عمران: ۱۳۹]

اور (دیکھو!) نہ ہمت ہارو نہ غمگین ہو۔تم ہی سب سے سربلند رہو گے بشرطیکہ تم پکے سچے مومن بنو

شرح ارکان ایمان

تالیف

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

ترجمہ

ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی

داعی اسلامک انفارمیشن سنیٹر، ممبئی

ناشر

اسلامک انفارمیشن سینٹر، کرلا، ممبئی

اصل کتاب: شرح اصول الایمان

ترجمہ: شرح ارکان ایمان

مؤلف: الشیخ محمد بن صالح العثیمین

مترجم: کفایت اللہ سنابلی

ٹائپنگ وکمپوزنگ: شفیق احمد بن محمد عدیل محمدی

سال ترجمہ: ۲۰۰۵ء

سال اشاعت: ۲۰۱۵ء

ناشر

اسلامک انفارمیشن سینٹر، کرلا، ممبئی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمة المترجم

اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں صحابیٔ رسول سفیان بن عبداللہ الثقفی حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول: اسلام سے متعلق مجھ کو ایسی بات بتلایئے کہ جس پر اگر میں عمل پیرا ہو جاؤں تو صرف وہی میری نجات کے لئے کافی ہو۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہو" آمنت با اللہ " ثم استقم. یعنی میں"اللہ پر ایمان لایا" پھر اسی پر ڈٹ جاؤ۔

[مسلم:- کتاب الإیمان: باب جامع أوصاف الإسلام ،رقم ۳۸]

بے شک اسلام کے جملہ مطالبات کی تلخیص اگر ہم کسی ایک لفظ میں کر سکتے ہیں تو وہ "ایمان" ہی ہے۔ ایمان جہاں ایک طرف اپنے جملہ ارکان پر عقیدہ ویقین کا نام ہے وہیں دوسری طرف یہ اعمال صالحہ کو بھی شامل ہے۔ ارکان ایمان بغیر اعمال صالحہ کے بے کار ہے۔ اور اعمال صالحہ بغیر ارکان ایمان پر عقیدہ و یقین کے کچھ سود مند نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے سائل کے سامنے"ایمان" کہہ کر اسے پورے اسلام کا مکلّف بنا دیا۔

غور کریں! حدیث میں "اسلام" کے نام پر سوال ہوا " قل لی فی الاسلام قولاً" اور جواب ایمان کے نام پر صادر ہوتا ہے " قل آمنت با للہ ثم استقم" اس حدیث میں اس بات کا واضح ثبوت موجود ہے کہ ایمان وعمل سب ایک ہی چیز ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ رائے پرستوں کی جماعت نے اس حقیقت کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اور صرف اس بات پر اکتفا کر بیٹھے کہ ایمان فقط تصدیق کا نام ہے، عمل کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ جن حضرات نے ایمان میں کمی وبیشی کا انکار کیا ہے ان کے سامنے دراصل یہ فلسفہ کارفرما ہے کہ

ایمان تصدیق کا نام ہے، اور اگر تصدیق میں کمی واقع ہوئی تو گویا کفر لازم آیا پھر ایمان کہاں باقی رہا؟ مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ اس اشکال کو دور فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نفس تصدیق میں سب برابر ہیں کیفیت ویقین میں تفاوت ہے'' (ترجمان القرآن سورہ انفال: ص:۱۵۹)

لہٰذا جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ایمان میں کمی وزیادتی ہوتی ہے تو ہمارا مقصود یہ نہیں ہوتا کہ ہماری تصدیق میں کمی وزیادتی ہوتی ہے بلکہ کمی وزیادتی اس تصدیق کی کیفیت ویقین میں واقع ہوتی ہے، تصدیق ہم نے بھی کی ہے، تابعین عظام نے بھی کی ہے، صحابہ کرام نے بھی کی ہے، انبیاء علیہم السلام نے بھی کی ہے، مگر جو کیفیت ویقین انبیاء وصحابہ کرام کے یہاں ہے۔ تابعین عظام کی تصدیق اس کیفیت کی مالک نہیں، ہمارے اسلاف کی تصدیق کا حال کچھ اور تھا اور ہماری تصدیق کی حالت کچھ اور ہے، المقصو د تصدیق میں سب برابر ہیں تفاوت، کیفیت ویقین میں ہے۔

ایمان میں کمی وزیادتی کے منکرین کی ایک پریشانی یہ بھی ہے کہ وہ اعمال صالحہ کو ایمان سے خارج مانتے ہیں اور کہتے ہیں کمی وزیادتی ''اعمال'' میں ہوسکتی ہے ''ایمان'' میں نہیں۔ حالانکہ اگر اعمال صالحہ کو ایمان سے خارج ہی مان لیا جائے جب بھی اس بات کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ سب کا ایمان مساوی ہے۔

بھلا بتلایئے جو اللہ سے ہم کلام ہوا ہو، جس کی اللہ سے ملاقات ہو، جس نے جنت و دوزخ کی زیارت کی ہو، اور جس نے ان ساری چیزوں کو محض سنا ہو، یا جس نے انہیں چیزوں کو اُمتیوں سے سنا ہو، کیا ان سب کا ایمان یکساں ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں فطرت کی زبان ہمیشہ سے کہتی چلی آتی ہے ''لیس الخبر کالمعاینة'' یا شنیدہ کے بود مانند دیدہ، یعنی سنا ہوا دیکھے ہوئے کے برابر کیسے ہوسکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے وجود پر جو یقین

کامل رسول اکرم ﷺ کو حاصل ہے، وہ ایک عام مسلمان کو قطعاً حاصل نہیں رسول اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی ہے، اللہ سے بات کی ہے آپ ﷺ کا ایمان ''ایمان بالشہادۃ'' ہے اور ہمارا ایمان ''ایمان بالغیب'' ہے۔ ''ایمان بالشہادۃ'' اور ''ایمان بالغیب'' دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔

ایک شخص کہے کہ: میں اس بات کی ''طاقت'' رکھتا ہوں کہ اس مشکل کام کو انجام دے سکوں، ممکن ہے ہمیں اس کی ''طاقت'' پر یقین آجائے، مگر دوسرا آدمی ہمارے سامنے کوئی مشکل سے مشکل کام کر کے دکھا دے، پھر کہے کہ: میرے اندر اس مشکل کام کے کرنے کی ''طاقت'' ہے تو اس کی ''طاقت'' پر ہمارے یقین کی کیفیت کچھ اور ہوگی۔

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَىٰ . قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي... [٢/بقرة: ٢٦٠](قَالَ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ أَيْ لِيَزْدَادَ يقيني)﴾ [تفسير الطبرى، ط هجر: ٤/٦٣١ وإسناده صحيح]

''اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے پروردگار! مجھے دکھا تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ (جناب باری تعالیٰ) نے فرمایا: کیا تمہیں ایمان نہیں؟ جواب دیا ایمان تو ہے لیکن میرے دل کی تسکین ہو جائے، سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ''میرے دل کی تسکین ہو جائے'' اس کا مطلب ہے میرے ''ایمان ویقین'' میں ''زیادتی'' ہو جائے''

اسی طرح اگر ہمارے سامنے کسی ہستی کی حیرت انگیز ''طاقت'' پر ناقابل انکار دلائل اور نشانیاں پیش کی گئیں، تو ہم ضرور اس حیرت انگیز ''طاقت'' پر یقین کر لیں گے۔ اب اگر ہم کبھی ان دلائل کو نظر انداز کر کے فقط اسی طاقت کا ذکر کریں، تو ہمارا یقین زائل نہ ہوگا، مگر جب ان دلائل و براہین اور ناقابل انکار نشانیوں کو سامنے لا کر پھر اس ''طاقت'' کا تصور کریں تو دریں صورت ہمارے یقین کی کیفیت کچھ اور ہوگی۔

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا﴾[۸/انفال:۲]

''مومنوں کی شان تو یہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو اور ''زیادہ'' کر دیتی ہیں''

مولانا ابوالکلام آزاد اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہ آیت اس باب میں قاطع ہے کہ قرآن کے نزدیک ایمان کی ہر حالت یکساں نہیں، وہ گھٹتا بھی ہے اور بڑھتا بھی ہے، نفس تصدیق کے لحاظ سے سب برابر ہیں، کیفیت و یقین میں تفاوت ہے۔ پس " **الایمان لا یزید و لا ینقص** " والی بات چل نہیں سکتی''

(ترجمان القرآن سورہ انفال: آیت۲)

الغرض یہ کہ اگر اعمال کو ایمان سے خارج مانا جائے جب بھی یہ کہنے کی گنجائش نہیں ہے کہ تمام مومنوں کے ایمان میں تفاوت نہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کتاب وسنت میں اعمال صالحہ کو بھی صراحتاً ''ایمان'' کہا گیا ہے۔

اب تو کوئی اشکال باقی ہی نہیں رہا، کیونکہ اعمال میں کمی وبیشی سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جب اعمال میں کمی وبیشی مسلم ہے تو نتیجۃً ایمان میں بھی کمی وبیشی ناگزیر ہے کیونکہ ''اعمال صالحہ'' بھی حقیقت میں ایمان ہی ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس سے ایک مسلمان اور ایک شیطان کے درمیان تفریق ہوتی ہے۔ ورنہ شیطان نے کبھی کسی رکن ایمانی کا انکار نہیں کیا۔ بھلا بتلائیے! کیا شیطان لعین نے اللہ کے وجود کا انکار کیا؟ کیا وہ کسی رسول کی رسالت کا منکر ہوا؟ کیا اس نے کسی آسمانی کتاب کی تکذیب کی؟ کیا اسے فرشتوں کے وجود سے انکار ہے؛ کیا وہ آخرت کے دن پر یقین نہیں رکھتا؟ کیا وہ قضاء وقدر کو تسلیم نہیں کرتا۔ فی الحقیقت ارکان ایمان کا کوئی رکن ایسا نہیں جس سے شیطان کو انکار ہو، بلکہ شیطان اور

مسلمان کے درمیان فرق کرنے والی کوئی شئ ہے تو وہ ''عمل صالح'' ہی ہے۔ وہ خطرناک غلطی جس کے ارتکاب سے شیطان کافر ٹھہرا، کسی رکن ایمانی کا انکار نہیں، بلکہ حکم الٰہی کی نافرمانی تھی، بالفاظ دیگر ''عمل صالح'' کا فقدان تھا۔

﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾[سورہ۲/ بقرہ: ۳۴]

''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہو گیا''

''عمل صالح'' کا تعلق ایمان سے کس طرح ہے اس چیز کو علی سبیل المثال یوں سمجھنا چاہئے کہ ایمان بمنزلہٗ ایک جسم ہے جس طرح جسم کے مختلف اعضاء ہوتے ہیں، اسی طرح ایمان کے بھی مختلف ارکان ہیں، جن کا مجموعہ ایمان کہلاتا ہے۔ نیز جس طرح جسم کے بقاء کیلئے مسلسل غذا کی ضرورت ہوتی ہے اور بغیر دائمی غذا کے جسم زندہ و محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ٹھیک اسی طرح ایمان کے تحفظ کے لئے بھی عمل صالح کا تسلسل ناگزیر ہے۔ اعمال صالحہ کے بغیر ایمان بعینہٖ اسی طرح ختم ہو جاتا ہے جس طرح حصولِ غذا کے بغیر انسانی جسم باقی نہیں رہتا۔

اس تمثیل سے یہ بات کس قدر واضح ہوگئی کہ ایمان میں کمی وزیادتی کا وقوع ناگزیر ہے، اور اس کا دارومدار ''عمل صالح'' پر ہے، جس طرح اچھی اور متواتر غذا کے استعمال سے جسم تر و تازہ اور صحیح و سالم رہتا ہے اور جس قدر غذا میں کمی واقع ہوتی ہے اسی کے بقدر جسم کی صحت و تندرستی بھی مفقود ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح ''عمل صالح'' بھی ''ایمان'' میں زیادتی کا باعث ہوتا ہے، اور اعمال صالحہ کی کوتاہی ایمان کو کمزور ولاغر کر دیتی ہے۔

الغرض ایمان ایک جسم و قالب کی طرح ہے اور اعمال صالحہ اس کے لئے غذا کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا دونوں کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

اب اگر کوئی شخص ایمان کے تمام ارکان پر کماحقہ عقیدہ رکھتا ہے اور کتاب وسنت سے ثابت شدہ اعمال صالحہ کو ٹھیک ٹھیک بجالاتا ہے۔تو حقیقت میں یہی شخص اس بات کا دعویٰ کر سکتا ہے " آمنت باللہ" میں مومن ہوں اور ایسے ہی شخص پر قرآن کی یہ آیت منطبق ہو سکتی ہے:

﴿وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾[٣/آل عمران:١٣٩]

"اور تم ہی سب سے سر بلند رہو گے اگر تم پکے سچے مومن ہو"

لیکن افسوس کا مقام ہے، آج ہمارے اندر اعمال صالحہ کا وجود تو درکنار ارکان ایمان کا تصور بھی مفقود ہے۔ ہمارے ایمانی تصور کی حد یہی ہے کہ ایک ان دیکھی ہستی خالق کائنات ہے، ہم اس کے بندے ہیں اور بس! اس کے علاوہ فرشتوں کی حقیقت، رسولوں کی صداقت، کتابوں کا نزول، تقدیر کا معاملہ اور آخرت کا دن، ان سب چیزوں کا تصور بھی ہمارے ذہنوں سے کوسوں دور ہے، چہ جائے کہ ان کے تقاضوں کو بھی پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم خواب غفلت سے بیدار ہوں اور اپنے ایمان وعمل کی اصلاح کریں، تاکہ دنیاوآخرت کی کامیابیوں سے ہمکنار ہوسکیں۔

زیر نظر کتاب عصر حاضر کے نامور محقق علامہ محمد بن صالح العثیمین کی تصنیف کردہ ہے، اس میں علامہ موصوف نے انتہائی مختصر انداز میں ایمان کے جملہ ارکان کی تشریح کے ساتھ ساتھ ان کے فوائد کو بھی بیان کردیا ہے کسی رکن پر باطل پرستوں کی جانب سے اگر اعتراضات ہوئے ہیں تو عقل، شریعت حس اور واقع کی روشنی میں ان کا دندان شکن جواب دیا ہے۔

ان شاء اللہ اس کتاب کے مطالعہ سے ہمارے اندر ایمان کامل کا تصور پیدا ہوگا اور اس کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونے کی راہ ہموار ہوگی بلاشبہ یہ کتاب ہر خاص وعام کے لئے

یکساں مفید ہے۔

اصل کتاب میں بعض مقامات پر ایک ہی موضوع سے متعلق تمام گوشوں کا احاطہ کرتے ہوئے طویل گفتگو ہوئی ہے، وہاں اور اس جیسی دیگر جگہوں پر ہم نے اپنی طرف سے عنوانات قائم کردیئے ہیں تاکہ بات سمجھنے میں آسانی ہو۔ اصل کتاب میں قرآنی آیات واحادیث کے حوالے نہیں تھے ترجمہ میں ہم نے یہ کمی پوری کردی ہے۔ قرآنی آیات کا ترجمہ عموماً تفسیر احسن البیان سے ماخوذ ہے۔ بعض مقامات پر تشریحی حواشی ہیں، یہ مترجم کا اپنا اضافہ ہے۔

اگر اہل علم کی نظر سے یہ کتاب گذرے اور وہ اس میں موجود غلطیوں سے آگاہ ہوں تو ہمیں مطلع کریں، ہم ان کے بے حد شکر گزار رہوں گے۔

رب العالمین ! ناچیز کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور کتاب کے مصنف وناشرین کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین

کفایت سنابلی

۷/محرم ۱۴۲۶ھ

۱۶/فروری ۲۰۰۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ از مؤلف

إن الحمد لله نحمده و نستعينه ونستغفره ونتوب إليه و نعوذ بالله من شرور إنفسنا ومن سيئات أعمالنا ، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى له، و أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له و أشهد ان محمدا عبده و رسوله ﷺ وعلى آله و أصحابه ومن تبعهم بإحسان وسلم وتسليما أما بعد:

بلا شبہ علم توحید قدر و منزلت کے لحاظ سے تمام علوم سے افضل و اشرف اور ضرورت کے لحاظ سے سب سے اہم ہے کیونکہ اس کا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات، اس کے اسماء و صفات اور بندوں پر اس کے حقوق سے ہے نیز یہ اللہ کی معرفت کا ذریعہ اور اس کے بتائے ہوئے احکام وقوانین کی بنیاد ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء ورسل نے اسی توحید کی طرف دعوت دی ہے اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾[۲۱/انبیاء: ۲۵]

''ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جس پر اس بات کی وحی نہ کی ہو کہ میرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اس لئے صرف میری ہی بندگی کرو''

اللہ رب العالمین نے خود اپنی وحدانیت کی گواہی دی ہے اسی طرح فرشتوں اور اہل علم نے بھی اس کی شہادت دی ہے فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا

إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾[۳/آل عمران: ۱۸]

''اللہ، فرشتوں اور اہل علم نے اس بات کی گواہی آشکارا کردی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ عدل قائم رکھنے والا ہے واقعی کوئی معبود حقیقی نہیں مگر وہی طاقت وحکمت والا''

لہٰذا جب توحید کا یہ مقام ومرتبہ ہے تو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس کو سیکھے سکھائے اس کو سمجھے اور اس پر یقین کرے تا کہ اپنے دین کی عمارت کو مضبوط، محکم، درست، صحیح اور عمدہ بنیاد پر قائم کر سکے اور ہمیشہ اس کے ثمرات ونتائج سے سعادت مند ہوتا رہے۔

دین اسلام

دین اسلام سے مراد وہ دین ہے جس کے ساتھ اللہ رب العالمین نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دین کے ذریعہ تمام ادیان کو منسوخ کر دیا اور اپنے بندوں کیلئے اسے مکمل کر دیا پھر ان پر اپنی نعمت کا اتمام کرتے ہوئے اسی دین کو ان کیلئے پسند فرمایا۔ لہٰذا اب اس کے علاوہ اور کسی کا دین قطعاً قابل قبول نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾[۳۳/ احزاب: ۴۰]

''(لوگو) محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ صرف اللہ کے رسول اور نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں''

مزید فرمایا:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾[۵/مائدہ : ۳]

''آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنا انعام

پورا کر دیا ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا ہے‘‘

ایک دوسری جگہ فرمایا:

﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾[۳/آل عمران: ۱۹]

’’بلاشبہ دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے‘‘

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴾[۳/ آل عمران: ۸۵]

’’اور جو کوئی اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے گا تو وہ دین کبھی قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ خسارہ اٹھانے والوں میں ہوگا‘‘

اللہ رب العالمین نے تمام انسانوں پر واجب قرار دیا ہے کہ اللہ رب العالمین کے اس دین کو قبول کریں۔ محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ [۷/اعراف: ۱۵۸]

’’(اے نبی) آپ کہہ دیجئے کہ (اے لوگو) بیشک میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں اس اللہ کا جس کی بادشاہت تمام آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے اس لئے اس پر ایمان لے آؤ اور اس کے نبی امی پر بھی جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتے ہیں ان کی پیروی کرلو تم راہ راست پر آجاؤ گے‘‘

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ

نے فرمایا:

” وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهِ لاَ یَسْمَعُ بِی أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ یَهُودِیٌّ وَلاَ نَصْرَانِیٌّ ثُمَّ یَمُوتُ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِالَّذِی أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا کَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ“ (۱)

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت کا کوئی بھی یہودی یا نصرانی جو میرے متعلق سن لے اس کے بعد میری رسالت پر ایمان نہ لائے اور مر جائے تو وہ دوزخیوں میں سے ہوگا“

رسالت پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی تصدیق کرنے کے ساتھ ساتھ اسے قبول اور تسلیم بھی کیا جائے، محض اس کی تصدیق کر دینا ہی کافی نہیں ہے یہی وجہ کہ ابو طالب رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی تصدیق کرتے تھے اور یہ گواہی دیتے تھے کہ اسلام تمام ادیان میں سب سے بہتر ہے لیکن اس کے باوجود بھی انہیں مومن قرار نہیں دیا گیا۔

دین اسلام ان جملہ مصالح کو شامل ہے جو سابقہ ادیان میں موجود تھے لیکن اس میں امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ہر زمان و مکان اور ہر قوم کیلئے درست و مناسب ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْکِتَابِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ﴾[۵/مائدہ: ۴۸]

”اے نبی محمد (ﷺ) ہم نے تمہاری طرف سچائی کے ساتھ یہ کتاب نازل کی ہے

(۱) صحیح مسلم:- کتاب الإیمان:باب وجوب الإیمان برسالة نبینا محمد ﷺ إلی جمیع الناس، ونسخ الملل بملته، رقم (۱۵۳)

جو پہلے سے موجود شدہ کتابوں کی تصدیق کرنے والی اوران کی محافظ ہے‘‘

دین اسلام کے ہر زمان و مکان اور قوم وملت کیلئے مناسب و درست ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس دین پر عمل کرنے سے کسی بھی زمان ومکان میں قوم کے مفاد کا فقدان نہیں ہوسکتا بلکہ اس پر عمل پیرا ہونے ہی سے قومی مفاد کی حصولیابی ممکن ہے۔اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ دین اسلام میں ہر زمان ومکان اور ہر قوم کے لحاظ سے ردو بدل کی گنجائش ہے جیسا کہ آج بعض (روشن خیال) لوگ کہا کرتے ہیں،اللہ انہیں ہدایت دے۔

دین اسلام وہ دین حق ہے کہ جو قوم بھی کما حقہ اسے اپنائے گی اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی مدد کرے گا اور اسے اس کے اغیار پر غالب کردے گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ﴾[۹/توبہ: ۳۳]

’’وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اس دین کو تمام (خودساختہ) دینوں پر غالب کردے گرچہ مشرکوں کو یہ بات بری لگے‘‘

نیز فرمایا:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾[۲۴/نور:۵۵]

’’تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اوران کے لئے جو دین پسند کرلیا ہے اس پر انہیں جما دے گا اوران کے خوف وخطر کو امن وامان سے بدل دے گا۔وہ

میری بندگی کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے پھر اس کے بعد بھی جو کفر کریں وہ فاسق و نافرمان ہیں۔

دین اسلام ایک عقیدے اور شریعت کا نام ہے اور یہ عقیدہ اور شریعت مکمل ہے۔ (اس کی تعلیمات کا خلاصہ درج ذیل ہے)

۱۔ اللہ کو ایک ماننے کا حکم دیتا ہے اور جھوٹ سے روکتا ہے۔

۲۔ سچائی کا حکم دیتا ہے اور جھوٹ سے روکتا ہے۔

۳۔ عدل (۱) وانصاف کا حکم دیتا ہے اور جور وظلم سے روکتا ہے۔

۴۔ امانتوں کی حفاظت کرنے کا حکم دیتا ہے اور خیانت کرنے سے روکتا ہے۔

۵۔ ایفائے عہد کا حکم دیتا ہے اور عہد شکنی وغداری سے روکتا ہے۔

۶۔ والدین سے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے اور ان کی نافرمانی سے روکتا ہے۔

۷۔ اعزاء واقارب کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور ان کے ساتھ برائی سے روکتا ہے۔

۸۔ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے اور ان کے ساتھ برائی سے روکتا ہے۔

الغرض یہ دین ہر قسم کی خوش اخلاقی کی تعلیم دیتا ہے اور تمام قسم کی بد اخلاقی سے روکتا ہے اسی طرح ہر اچھے کام کا حکم دیتا ہے اور ہر برے کام سے منع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾[۱۶/نحل ۹۰]

(۱) ایک جیسی چیزوں کے مابین برابری قائم کرنا اور مختلف اور الگ الگ چیزوں کے درمیان تفریق کرنا اسی چیز کا نام ''عدل'' ہے۔ عدل اس مطلق مساوات کا نام ہرگز نہیں ہے جس کا ورد بعض مسلمان کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام مساوات کا دین ہے۔ کیونکہ دو الگ الگ چیزوں کے درمیان مساوات قائم کرنا سراسر ظلم ہے۔ اسلام نہ تو ایسی تعلیم دے سکتا ہے اور نہ ہی ایسی تعلیم دینے والے کی تعریف کی جاسکتی ہے۔ (مؤلف)

”اللہ تعالیٰ انصاف، بھلائی اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی، برائی اور ظلم وجور کے کاموں سے روکتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو“

ارکان اسلام

اسلام کا قیام جن بنیادوں پر ہے ان کا نام ارکان اسلام ہے اور وہ پانچ ہیں جو ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ اس حدیث میں مذکور ہیں:

”بُنِیَ الْإِسْلَامُ عَلَی خَمْسَةٍ، عَلَی أَنْ یُوَحَّدَ اللهُ،(وفی روایة عَلَی خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ) وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِیتَاءِ الزَّكَاةِ، وَصِیَامِ رَمَضَانَ، وَالْحَجِّ، فَقَالَ رَجُلٌ: الْحَجُّ، وَصِیَامُ رَمَضَانَ، قَالَ: لَا، صِیَامُ رَمَضَانَ، وَالْحَجُّ هَكَذَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ“ (۱)

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اللہ کو ایک جاننا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور صلوٰۃ قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے صیام رکھنا اور حج کرنا۔ ایک آدمی نے (ابن عمر رضی اللہ عنہ سے) کہا: حج کرنا اور رمضان کے صیام رکھنا۔ تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! صیام رکھنا اور حج کرنا میں نے ایسے ہی اللہ کے رسول ﷺ سے سنا ہے (یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے اور الفاظ حدیث مسلم کے ہیں)“

---

(۱) بخاری:- کتاب الإیمان: باب قول النبی ﷺ بنی الإسلام علی خمس، رقم (۸) ومسلم:- کتاب الإیمان: باب قول النبی ﷺ بنی الإسلام علی خمس، رقم (۱۶)

(۱) اقرار شہادتین :

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، کی گواہی دینا، اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی (دل سے) اس بات کا پختہ یقین رکھے اور زبان سے اس گواہی کا اقرار کرے۔ اور اس کا یقین اس درجے کا ہو کہ یہ تمام چیزیں گویا اس کے مشاہدے میں ہیں۔ اس گواہی کو صرف ایک ہی رکن شمار کیا گیا ہے جبکہ اس میں (توحید و رسالت) دو چیزیں شامل ہیں، اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ چونکہ اللہ ہی کہ پیغام کو پہنچانے والے ہیں اس لحاظ سے رسول اللہ ﷺ کی عبودیت و رسالت کی گواہی دینا ''لا الٰہ الا اللہ'' کی گواہی دینے میں شامل ہے۔

یا پھر یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ (توحید و رسالت) ان دونوں چیزوں کی گواہی ہی اعمال کی صحت وقبولیت کی بنیاد ہے۔

چنانچہ کوئی بھی عمل اس وقت تک قابل قبول اور صحیح نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے اندر خلوص وللٰہیت اور اللہ کے رسول ﷺ کی متابعت نہ پائی جائے۔ پس اخلاص وللٰہیت کے ذریعہ ''لا الٰہ الا اللہ'' کی گواہی مکمل ہوتی ہے اور اطاعت رسول کے ذریعہ ''محمدا عبدہ و رسولہ'' کی گواہی کامل ہوتی ہے۔

اقرار شہادتین کے فوائد:- اس عظیم گواہی کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے دل و زبان کو مخلوقات کی غلامی سے آزادی اور انبیاء و رسل کے علاوہ دیگر شخصیات کی پیروی سے نجات ملتی ہے۔

(۲) صلوٰۃ (نماز)

مخصوص اوقات و کیفیات میں، مخصوص اعمال و افعال کے ذریعہ کمال و استقامت کے ساتھ اللہ رب العالمین کی عبادت کرنا۔

صلاۃ (نماز) کے فوائد:- سینے کو کشادگی اور آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوتی ہے۔ نیز فواحش و منکرات سے نجات ملتی ہے۔

(۳) زکوٰۃ

اموال زکوٰۃ میں نصاب کو پہنچنے والے مال میں سے بقدر واجب خرچ کر کے اللہ کی عبادت کرنا۔

زکوٰۃ کے فوائد:- بخل و کنجوسی جیسی بدخلقی سے نفس کی طہارت حاصل ہو جاتی ہے اور اسلام و مسلمانوں کی ضرورتوں کا بھی انتظام ہو جاتا ہے۔

(٤) صوم رمضان (رمضان کے روزے)

رمضان المبارک کے دنوں میں جملہ مفطرات صوم سے رک کر اللہ رب العلمین کی عبادت کرنا۔

صوم رمضان کے فوائد:- اللہ رب العالمین کی خوشنودی حاصل کرنے کیلیے خواہشات و لذات کو ترک کرنے پر نفس کی مشق و تربیت ہوتی ہے۔

(۵) حج

خانۂ کعبہ حاضر ہو کر جملہ شعائر حج کی بجا آوری کے ذریعہ اللہ رب العالمین کی عبادت کرنا۔

حج کے فوائد:- جان و مال کی قربانی پیش کر کے اللہ کی اطاعت و فرماں برداری کرنے پر نفس کی مشق و تربیت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ حج کا شمار جہاد فی سبیل اللہ کی ایک قسم میں ہوتا ہے۔

ارکان اسلام کے یہی اور اس جیسے دیگر فوائد ہی ہیں جو امت محمدیہ میں سے ایک جماعت کو پاکیزہ اور مسلمان بنا دیتے ہیں جس کے افراد اللہ رب العالمین کے دین حق کو قبول

کرتے ہیں اور انسانیت کو عدل وانصاف اور سچائی کا درس دیتے ہیں۔

کیونکہ ان کے ماسوا اسلام کے جملہ شعائر کی درستی کا دارومدار انہیں ارکان کی صلاح و درستی پر ہے۔ امت کے احوال وظروف اسی وقت درست ہو سکتے ہیں جب امت کے دینی معاملات و امور درست ہوں اور جس قدر امت کے دینی معاملات میں صلاح و درستی کا فقدان ہوگا ٹھیک اسی کے بقدر امت کے احوال وظروف کی درستی بھی معدوم ہوگی۔

اگر کسی شخص کو مزید وضاحت مطلوب ہو تو اسے اللہ کا یہ فرمان پڑھنا چاہیئے:

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ، أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَى أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ ، أَوَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَى أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يَلْعَبُونَ ، أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ﴾

[۷/اعراف: ۹۷تا ۹۹]

''کیا شہر کے باشندے اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب راتوں رات ہی نازل ہو جائے اور وہ سوتے ہی رہیں؟ یا یہ باشندگان شہر اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن دہاڑے نازل ہو جائے اور وہ کھیل کود میں مشغول ہوں؟ یا پھر یہ کہ اللہ کی تدبیروں سے مطمئن ہو گئے ہیں؟ (انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ) اللہ کی تدبیروں سے وہی لوگ مطمئن ہو سکتے ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہیں''

ساتھ ہی اقوام گزشتہ کی تاریخ پر بھی نظر ڈالے کیونکہ ملل ماضیہ کی تاریخ میں ارباب فکر و دانش کے لئے عبرت اور اصحاب قلب سلیم کے لئے بصیرت کا سامان ہے۔ واللہ المستعان۔

عقیدۂ اسلام کی بنیادیں

(ارکان ایمان)

گزشتہ سطور میں یہ بات آچکی ہے کہ دین اسلام ایک عقیدے اور شریعت کا نام ہے ہم اس کے بعض احکام کی طرف بھی اشارہ کر چکے ہیں۔ نیز اس کے ان ارکان کا بھی تذکرہ ہو چکا ہے جو اس کے احکام کے لئے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں ۔ جہاں تک ''اسلامی عقیدہ'' کی بات ہے تو درج ذیل چیزوں پر ایمان لانا اس کی بنیاد ہیں (جنھیں ارکان ایمان کے نام سے جانا جاتا ہے)

(۱) اللہ پر ایمان

(۲) فرشتوں پر ایمان

(۳) آسمانی کتابوں پر ایمان

(۴) رسولوں پر ایمان

(۵) یوم آخرت پر ایمان

(۶) تقدیر کے خیر وشر پر ایمان

مذکورہ عقیدے پر اللہ کا کلام اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث دونوں دال ہیں۔

جہاں تک کلام اللہ کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ﴾[۲/ بقرہ:۱۷۷]

''نیکی صرف یہی نہیں ہے کہ تم اپنے چہروں کو مشرق ومغرب کی طرف پھیرلو۔ بلکہ نیکی دراصل یہ ہے کہ آدمی اللہ، یوم آخرت، فرشتوں، کتاب اللہ اور نبیوں پر ایمان لے آئے''

نیز تقدیر کے سلسلے میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ، وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ﴾[٥٤/قمر: ٤٩تا٥٠]

''بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک مقررہ اندازے پر پیدا کیا ہے۔ اور ہمارا حکم صرف ایک دفعہ (کا ایک کلمہ) ہی ہوتا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا''

رہی حدیث رسول تو اللہ کے نبی ﷺ، ایمان سے متعلق جبرئیل علیہ السلام کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

" الایمان أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّه"(١)

''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان لاؤ نیز تقدیر کے خیر وشر پر ایمان لاؤ''

پہلا رکن
اللہ پر ایمان

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں درج ذیل چار چیزیں شامل ہیں۔

اول: اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان

دوم: اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان

سوم: اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان

چہارم: اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان

(١) مسلم:- كتاب الإيمان: باب معرفة الإيمان، والإسلام، والقدر وعلامة الساعة، رقم(٨)

۞ اول : اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان

اللہ تعالیٰ کے وجود پر درج ذیل چار چیزیں دلالت کرتی ہیں (الف) فطرت (ب) عقل (ج) شریعت (د) حس

۞ (الف) وجود باری تعالیٰ پر فطری دلیل:

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر ایک مخلوق کی پیدائش اس کے خالق کی طرف سے ایمان پر ہوئی ہے۔ قبل ازیں پیدائش وہ کسی بھی مکتب فکر وعلم سے نا آشنا تھا۔ اور وہ اپنے اس فطری اثر سے کبھی الگ بھی نہیں ہوسکتا الا یہ کہ اس کے دل پر کوئی دوسری چیز قابض ہو جائے اور اسے اس فطرت سے پھیر دے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

”مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ“ (۱)

”ہر بچے کی پیدائش دین فطرت پر ہوتی ہے لیکن اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا ڈالتے ہیں“

۞ (ب) وجود باری تعالیٰ پر عقلی دلیل:

دنیا کی تمام تر مخلوقات کے لئے ایک خالق کا ہونا ضروری ہے جو اسے وجود بخشے کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ کوئی چیز خود اپنے آپ کو پیدا کر سکے نیز اس بات کا بھی امکان نہیں کہ کہ کوئی چیز خود بخود وجود پذیر ہو جائے، یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ مخلوقات اپنی پیدائش خود کر لیں کیونکہ کوئی بھی چیز خود اپنے آپ کو کبھی پیدا نہیں کرسکتی کیونکہ جب وہ اپنے وجود سے قبل خود معدوم تھی تو پھر ایک معدوم شے خالق کیونکر ہوسکتی ہے۔

اور یہ بات بھی ممکن نہیں کہ مخلوقات کا وجود اچانک ہو گیا ہو۔ کیونکہ ہر حادث (نئی

(۱) بخاری:- كتاب الجنائز: باب إذا أسلم الصبي فمات، هل يصلى عليه، وهل يعرض على الصبي الإسلام، (۱۳۵۸)

اور یہ بات بھی ممکن نہیں کہ مخلوقات کا وجود اچانک ہو گیا ہو۔ کیونکہ ہر حادث (نئی چیز) کے لئے لازم ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی محدث (موجد) ہو۔ علاوہ بریں یہ کائنات جو ایک انوکھے نظام کے تحت چل رہی ہے جہاں ہر جگہ ہم آہنگی و ہم رنگی ہے اسباب و مسببات کے مابین باہم ربط وضبط ہے، کائنات ہستی کی بعض اشیاء بعض کے ساتھ منسلک ہیں۔ یہ تمام چیزیں قطعاً اس بات کی نفی کرتی ہیں کہ مخلوقات ہستی کا وجود اچانک ہو گیا ہو۔ کیونکہ اچانک وجود میں آجانے والی چیز جب اپنے اصل وجود میں کوئی نظام نہیں رکھتی تو پھر حالت بقاء ارتقاء میں یہ نظام کہاں سے آ گیا؟؟؟

لہٰذا جب کائنات اپنے آپ کو خود پیدا نہیں کر سکتی اور نہ ہی اچانک وجود پذیر ہو سکتی ہے تو یہ بات متحقق ہو جاتی ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی پیدا کرنے والا ہے اور وہ رب العالمین ہے۔

اللہ تعالیٰ اس عقلی دلیل اور برہان قاطع کو سورہ طور میں یوں ذکر کرتا ہے:

﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ﴾[۵۲/طور: ۳۵]

''کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے پیدا ہو گئے ہیں یا انہوں نے خود اپنے آپ کو پیدا کیا ہے''

یعنی ان لوگوں کی پیدائش بغیر خالق کے نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی انہوں نے خود اپنے آپ کو پیدا کیا ہے۔ لہٰذا بات واضح ہے کہ ان کا پیدا کرنے والا وہی اللہ رب العالمین ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک دفعہ اللہ کے رسول ﷺ قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے اور جبیر بن مطعم کان لگائے ہوئے سن رہے تھے آپ ﷺ جب ان آیتوں پر پہنچے:

﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ، أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بَلْ لَا يُوقِنُونَ ، أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ﴾[۵۲/طور: ۳۵تا ۳۷]

''کیا یہ بغیر کسی (خالق) کے پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود ہی خالق ہیں کیا انہوں نے ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے بلکہ انہیں یقین ہی نہیں یا کیا ان کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا یہ (ان خزانوں کے) داروغہ ہیں''

ان دنوں جبیر بن مطعم مشرک تھے وہ کہتے ہیں کہ قریب تھا کہ میرا دل اڑ جاتا اور یہی وہ پہلی گھڑی تھی جب ایمان میرے دل میں جا گزیں ہوا۔(۱)

آیئے ہم ایک مثال ذکر کریں جس سے اس چیز کی مزید وضاحت ہو جائے۔فرض کرو تم سے کوئی شخص بیان کرے کہ فلاں جگہ ایک تعمیر شدہ محل ہے، اس کے اردگرد باغیچے ہیں ان میں نہریں جاری ہیں محل میں قالین اور چارپائیاں بچھی ہوئی ہے۔اس میں افراد رہائش پذیر ہیں، یہ محل ہر طرح کی زیب وزینت سے آراستہ و پیراستہ ہے۔اس کے بعد وہ شخص تم سے کہے :یقیناً یہ محل اور اس کے اندر موجود تمام اشیاء نے خود بخود اپنے آپ کو پیدا کیا ہے یا یہ چیزیں بغیر کسی موجد کے اچانک وجود میں آگئی ہیں۔تو بہت جلد تم اس کا انکار کر دو گے اور اسے جھٹلا دو گے۔اور اس کی بات کو حماقت پر محمول کرو گے۔پھر بتاؤ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ یہ وسیع وعریض کائنات، اس کے زمین وآسمان، اس کے افلاک واحوال اس کا حیرت انگیز و انوکھا نظام ان سبھوں نے خود ہی اپنے آپ کو پیدا کیا؟ یا یہ سب بلا کسی موجد کے خود بخود وجود میں آگئے ہیں؟؟؟

(ج) وجود باری تعالیٰ پر شرعی دلیل:

اللہ کے موجد ہونے پر تمام آسمانی کتابیں شاہد ہیں ان کتابوں میں لوگوں کے مفاد پر مشتمل جو احکام وارد ہوئے ہیں وہ بھی اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ کتابیں ایک ایسے رب کی جانب سے نازل کردہ ہیں جو انتہائی حکیم اور لوگوں کے مفاد کی بابت علم رکھنے والا ہے۔ان

(۱) بخاری :- کتاب تفسیر القرآن:باب قوله (وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ)، رقم (٤٨٥٤)، أيضا كتاب المغازى: رقم (٤٠٢٣)

کتابوں میں دنیاوی امور سے متعلق جو پیشین گوئیاں تھیں وہ حرف بحرف پوری ہوئیں یہ سب اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ کتابیں ایک ایسے رب کی طرف سے ہیں جو اپنی بتائی ہوئی ہر چیز کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔

(د) وجود باری تعالیٰ پر حسی دلیل:

وجود باری تعالیٰ پر حس وشعور کی دلالت دو طرح سے ہے:

اولاً:

ہم سنتے اور دیکھتے ہیں کہ دعائیں قبول ہوتی ہیں پریشان حال لوگوں کی امداد ہوتی ہے یہ سب اس بات کی قطعی دلیل ہیں کہ رب العالمین موجود ہے فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنُوحًا إِذْ نَادَى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ﴾[۲۱/انبیاء: ۷۶]

"اورنوح علیہ السلام کا وہ واقعہ یاد کیجئے کہ جب اس نے اس سے پہلے ہم سے دعا کی تو ہم نے اس کی دعا سن لی"

مزید ارشاد ہے:

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ﴾[۸/انفال: ۹]

"یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو تمہارے رب نے تمہاری سن لی تھی"

صحیح بخاری میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

" قَالَ أَصَابَتْ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَبَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللَّهَ لَنَا أَنْ يَسْقِيَنَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ وَمَا فِي السَّمَاءِ قَزَعَةٌ قَالَ فَثَارَ سَحَابٌ أَمْثَالُ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى لِحْيَتِهِ قَالَ فَمُطِرْنَا يَوْمَنَا ذَلِكَ

وَفِی الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِی یَلِیهِ إِلَی الْجُمُعَةِ الْأُخْرَی فَقَامَ ذٰلِکَ الْأَعْرَابِیُّ أَوْ رَجُلٌ غَیْرُهُ فَقَالَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَغَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ یَدَیْهِ وَقَالَ اللّٰهُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا قَالَ فَمَا جَعَلَ یُشِیرُ بِیَدِهِ إِلَی نَاحِیَةٍ مِنَ السَّمَاءِ إِلَّا تَفَرَّجَتْ"(۱)

"ایک اعرابی جمعہ میں آیا آپ ﷺ خطبہ دے رہے تھے اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! مال ومتاع ختم ہو چکا ہے، بال بچے بھوکے مر رہے ہیں ہمارے لئے (بارش کی) دعا فرمادیجئے آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔ چنانچہ بادل پہاڑوں کی مانند امڈ آئے آپ ابھی منبر سے اترے بھی نہ تھے کہ میں (انس بن مالک) نے دیکھا کہ آپ کی ریش مبارک پر بارش کے قطرے ٹپک رہے ہیں پھر اس دن بارش ہوئی، اور اگلے روز بھی بارش ہوئی، اس کے بعد اگلے دن وہی اعرابی یا کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول عمارتیں منہدم ہو جائیں گی اموال ڈوب جائیں گے ہمارے لئے دعا فرمادیں (کہ بارش رک جائے) آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا: اے اللہ کے ہمارے اردگرد بارش برسا ہمارے اوپر نہیں چنانچہ آپ جس جانب بھی اشارہ فرماتے وہاں (بارش رک جاتی اور) بادل چھٹ جاتا"

جو لوگ صرف اللہ کو پکارتے ہیں اور قبولیت دعا کے شرائط ملحوظ رکھتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

ثانیاً:

انبیاء ورسل کی وہ نشانیاں جنہیں معجزات کے نام سے جانا جاتا ہے جن کا لوگوں نے مشاہدہ بھی کیا ہے اور سنا بھی ہے۔ یہ بھی اس بات کی قطعی دلیل ہیں کہ ان کو بھیجنے اور مبعوث

(۱) بخاری:- کتاب الجمعة: باب الاستسقاء فی الخطبة یوم الجمعة، رقم (۹۳۳)

کرنے والا موجود ہے اور وہ اللہ رب العالمین ہے کیونکہ معجزات یہ ایسی چیزیں ہیں جو افراد نسل انسانی کی طاقت سے باہر ہیں انہیں اللہ رب العالمین ہی دکھا سکتا ہے تا کہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی تائید و مدد کرے۔

☆اس کی ایک مثال موسیٰ علیہ السلام کی وہ نشانی ہے جب اللہ رب العالمین نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی لاٹھی کو دریا میں ماردیں چنانچہ انہوں نے مارا تو بارہ خشک راستے بن گئے اور پانی ان کے درمیان پہاڑوں کے مانند کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنِ اضْرِب بِعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ﴾ [٢٦/ شعراء : ٦٣]

''ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ دریا پر اپنی لاٹھی مار پس اسی وقت دریا پھٹ گیا پھر پانی کا ہر ایک حصہ بڑے پہاڑ کے مانند ہو گیا''

☆دوسری مثال عیسیٰ علیہ السلام کی وہ نشانی ہے جس کی بدولت وہ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ اور باذن الٰہی انہیں ان کی قبروں سے نکال کھڑا کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کے قول کو یوں نقل کرتا ہے:

﴿وَأُحْيِ الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللَّهِ﴾[٣/ال عمران : ٤٩]

''اور میں بحکم الٰہی مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں''

نیز فرمایا:

﴿وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتىٰ بِإِذْنِي﴾[٥/ مائدہ: ١١٠]

''اور جب آپ میری اجازت سے مردوں کو نکال کھڑا کرتے تھے''

☆ تیسری مثال محمد ﷺ کی ہے جب قریش مکہ نے آپ سے نشانی طلب کی تو آپ ﷺ نے چاند کی طرف اشارہ کیا اور چاند کے دوٹکڑے ہو گئے (ا) جسے لوگوں نے دیکھا اللہ تعالیٰ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ، وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ ﴾[٥٤/ قمر ١ تا ٢]

''قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا یہ لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو ہمیشہ کی طرح جادو ہے''

الغرض حس وشعور سے تعلق رکھنے والی یہ تمام نشانیاں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی نصرت وتائید کے لئے نمودار کرتا ہے، قطعی دلیل ہیں اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے۔

(ا) یہ حدیث صحیح بخاری میں اس طرح ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً، فَأَرَاهُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَيْنِ، حَتَّى رَأَوْا حِرَاءً بَيْنَهُمَا

صحابی رسول انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نشانی کا مطالبہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کے دوٹکڑے کر کے دکھا دیئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے حرا پہاڑ کو ان دونوں ٹکڑوں کے بیچ میں دیکھا۔[بخاری :- کتاب مناقب الأنصار:باب انشقاق القمر،رقم ٣٨٦٨]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار مکہ نے آپ ﷺ سے کسی نشانی کا مطالبہ کیا تھا تو اللہ تعالی نے یہ نشانی ظاہر کی۔لیکن اس معجزہ سے متعلق جو یہ مشہور ہے کہ ابوجہل وغیرہ نے رسول اکرم ﷺ کے پاس آ کر خاص چاند کے حوالے سے کہا کہ اگر آپ چاند کے دوٹکڑے کر دیں تو ہم آپ کو نبی مان لیں گے پھر آپ ﷺ نے چاند کی طرف انگلی اٹھائی اور چاند دوٹکڑے ہوگیا،اسی طرح یہ شعر جو کافی مشہور ہے==

۞ دوم : اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان

یعنی وہی تنہا رب اور پروردگار ہے اس کا کوئی شریک و مددگار نہیں۔

''رب'' رب اس ہستی کو کہیں گے جس کے ہاتھ میں خالقیت ، مالکیت ، حاکمیت اور سلطنت ہو۔ چنانچہ اللہ کے علاوہ کوئی خالق و مالک ہے نہ کوئی حاکم و بادشاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ [۷/ اعراف: ٥٤]

''سنو! اللہ ہی ہر چیز کا خالق اور ہر چیز پر حاکم ہے''

== بو جہل نے حضور سے حجت یہ آ کے کی

دو ٹکڑے کر دو چاند تو مانوں گا میں نبی

یہ ساری چیزیں غیر ثابت شدہ ہیں اور ایک روایت اس طرح ہے کہ مشرکین مکہ نے اللہ کے نبی ﷺ سے کہا:

إن كنت صادقا فشق القمر لنا فرقتين

اگر آپ سچے ہیں تو ہمیں چاند کے دوٹکڑے کر کے دکھاؤ۔

اور پھر آپ ﷺ نے اللہ سے دعا کر کے ایسا منظر دکھا دیا، تو یہ روایت بھی ضعیف ہے و غیر ثابت ہے۔ اسے امام ابونعیم نے طبرانی کے طریق سے دلائل النبوۃ (ص۲۸۰ رقم ۲۰۹) میں روایت کیا ہے اور ظاہر ہے کہ امام طبرانی کی کتب میں بھی یہ روایت موجود ہوگی۔ اس کی سند میں امام طبرانی کے شیخ ''بکر بن سہل'' یہ ''بکر بن سہل بن إسماعیل بن نافع الدمیاتی'' ہیں اور ضعیف ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے: [إرشاد القاصي والداني إلى تراجم شيوخ الطبراني :ص۲۲٦] ۔ سند میں اور بھی خرابی ہے بہر حال یہ روایت ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی فتح الباری میں اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے دیکھئے:

[فتح الباري : كتاب مناقب الانصار:باب انشقاق القمر،شرح الحديث ۳۸٦۸]

الغرض یہ کہ اس معجزہ سے متعلق یہ تفصیلات ثابت نہیں ہیں صحیح بات صرف اتنی ہے جتنی صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ (مترجم)

مزید ارشاد فرمایا:

﴿ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ﴾[۳۵/فاطر:۱۳]

''یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا اسی کی سلطنت ہے جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں''

یہ بات مسلم ہے کہ مخلوقات ہستی میں سے کسی نے بھی اللہ کی ربوبیت و پروردگاری کا انکار نہیں کیا ہے سوائے ان چند متکبروں کے جنہوں نے محض اپنے تکبر کے نشہ میں آ کر اس حقیقت کا انکار کر دیا لیکن ان کے دل بھی اس بات پر مطمئن نہ تھے جیسا کہ فرعون کا معاملہ تھا اس نے اپنی قوم سے کہا:

﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى﴾[۷۹/نازعات: ۲۴]

''میں تم سب کا سب سے بڑا رب ہوں''

اور کہا:

﴿يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي﴾[۲۸/قصص: ۳۸]

''اے درباریو! میں اپنے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں جانتا''

تاہم فرعون کو اس بات پر یقین نہ تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا﴾[۲۷/نمل: ۱۴]

''انہوں نے (نشانیوں کا) محض ظلم و تکبر کی وجہ سے انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل اس پر یقین کر چکے تھے''

ایک دوسرے مقام پر اللہ رب العالمین نے فرعون سے موسیٰ کی یہ گفتگو نقل کی ہے:

﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَا أَنْزَلَ هَؤُلَاءِ إِلَّا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ بَصَائِرَ وَإِنِّي

لَأَظُنُّكَ يَا فِرْعَوْنُ مَثْبُورًا﴾[١٧/بنی اسرائیل: ١٠٢]

''یہ تو تجھے علم ہو چکا ہے کہ آسمان و زمین کے پروردگار ہی نے یہ معجزے دکھانے، سمجھانے کو نازل فرمائے ہیں۔ اے فرعون! میں تو سمجھ رہا ہوں کہ تو یقیناً برباد و ہلاک کیا گیا ہے''

یہی وجہ تھی کہ مشرکین بھی اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرتے تھے باوجود اس کے کہ وہ مشرک فی الالوہیت کے مرتکب تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ، سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ، قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ، سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ، قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ، سَيَقُولُونَ لِلَّهِ قُلْ فَأَنَّى تُسْحَرُونَ ﴾[٢٣/مومنون: ٨٤تا ٨٩]

''کہئے کہ اگر تمہیں معلوم ہے تو بتلاؤ کہ زمین اور اس میں موجود چیزیں کس کی ہیں یہ لوگ یہی کہیں گے کہ اللہ کی تو کہہ دیجئے کہ پھر تم نصیحت کیوں نہیں پکڑتے۔ ان سے پوچھئے کہ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب کون ہے وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تو کہہ دیجئے کہ آخر تم کیوں نہیں ڈرتے۔ آپ پوچھئے کہ تمام چیزوں کا اختیار کس ہاتھ میں ہے؟ جو پناہ دیتا ہے اور جس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا۔ اگر تمہیں معلوم ہے تو بتلاؤ یہ لوگ کہیں گے کہ وہ اللہ ہے تو کہہ دیجئے کہ تم کہاں جادو کئے جاتے ہو''

نیز فرمایا:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ﴾[٤٣/زخرف:٩]

''اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یقیناً ان کا جواب یہی ہوگا کہ انہیں غالب ودانا (اللہ) نے ہی پیدا کیا ہے''

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾[٤٣/زخرف:٨٧]

''اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہ جواب دیں دے گے کہ اللہ نے، پھر یہ کہاں الٹے جاتے ہیں''

اللہ رب العالمین کا حکم دنیاوی و دینی دونوں امور پر چلتا ہے چنانچہ جس طرح وہ کائنات کا حاکم و مدبر ہے اور اپنی مرضی ومشیت سے اس میں حکیمانہ فیصلہ صادر کرتا ہے، ٹھیک اسی طرح دین وشریعت اور احکام ومعاملات پر بھی اسی کا حکم چلتا ہے جومبنی برحکمت ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا جس شخص نے بھی عبادات یا معاملات میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شارع یا حاکم تصور کیا وہ سراسر مشرک ہے اور اس کا ایمان بے معنی ہے۔

سوم: اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان:

یعنی وہی اکیلا معبود برحق ہے اس کا کوئی شریک نہیں ''الٰہ'' یہ ''مالوہ'' کے معنی میں ہے یعنی وہ معبود جسکی عبادت پوری تعظیم ومحبت کے ساتھ کی جائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾[٢/بقرہ: ١٦٣]

''تمہارا معبود صرف ایک ہی ہے اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے وہ رحمت والا اور بہت رحم کرنے والا ہے''

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾[٣/آل عمران: ١٨]

”اللہ نے اس بات کی گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں نیز فرشتے اور اہل علم بھی اس بات پر گواہ ہیں۔ وہ عدل قائم رکھنے والا ہے۔ اس غالب اور صاحب حکمت کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں“

ہر وہ معبود جس کی عبادت اللہ کے ساتھ کی جائے وہ باطل اور ناحق ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ذَلِکَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾[٢٢/حج: ٦٢]

”یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور بے شک اللہ ہی بلندی والا کبریائی والا ہے“

کسی کا نام معبود رکھنے سے وہ معبود نہیں ہو جاتا اللہ تعالیٰ لات وعزی اور منات کی بابت فرماتا ہے:

﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾[٥٣/نجم: ٢٣]

”دراصل یہ صرف نام ہیں جو تم اور تمہارے باپ داداؤں نے ان کے رکھ لئے ہیں اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری“

ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو گفتگو کی اسے اللہ تعالیٰ یوں بیان کرتا ہے:

﴿أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾[٧/اعراف: ٧١]

”کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے باب میں جھگڑتے ہو۔ جن کو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے ٹھہرالیا؟ ان کے معبود ہونے کی اللہ نے کوئی دلیل نہیں بھیجی“

یوسف علیہ السلام نے اپنے قیدی ساتھیوں سے جو کہا تھا اللہ تعالیٰ اسے بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ، مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾[١٢/يوسف: ٣٩تا ٤٠]

''کیا الگ الگ کئی پروردگار بہتر ہیں یا ایک اللہ زبردست طاقت والا اس کے علاوہ تم جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہارے اور تمہارے باپ دادا کے خودساختہ نام ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی''

فقط یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء ورسل نے اپنی قوموں سے کہا:

﴿اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ﴾[٧/اعراف:٦٥] (١)

''اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں''

لیکن مشرکین نے اس کا انکار کیا اور اللہ کے علاوہ دیگر معبود چن لئے جن کی اللہ کے ساتھ پرستش کرتے تھے۔ ان سے مدد مانگتے تھے اور انہیں سے فریاد کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے دو عقلی دلائل کے ذریعہ ان مشرکین کے بنائے ہوئے معبودان کی تردید کی۔

☆ (١) ان خودساختہ معبودان باطلہ کے اندر الوہیت کی ذرہ برابر بھی خاصیت نہیں یہ خود مخلوق ہیں دوسروں کو کیا پیدا کریں گے یہ اپنے پجاریوں کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ ہی ان کی کسی مصیبت کا ازالہ کر سکتے ہیں، انہیں زندہ کر سکتے ہیں نہ مار سکتے ہیں، آسمانوں کی ادنیٰ چیز بھی ان کی ملکیت میں نہیں ملکیت تو درکنار اس میں ساجھی داری بھی نصیب نہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(١) یہ ہود علیہ السلام سے متعلق ہے لیکن قرآن میں دیگر انبیاء سے متعلق بھی یہی بات منقول ہے۔

﴿وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا﴾[٢٥/فرقان:٣]

''ان لوگوں نے اللہ کے علاوہ ایسی ہستیوں کو معبود بنا رکھا ہے جو کسی بھی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ یہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ یہ اپنے آپ کو نہ تو کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی نفع پہنچا سکتے ہیں۔ انہیں اپنی موت وحیات اور دوبارہ جی اٹھنے کا کچھ بھی اختیار نہیں''

مزید ارشاد فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾[٣٤/سبا : ٢٢تا ٢٣]

''کہہ دیجئے! کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے (سب) کو پکار لو نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ شفاعت (سفارش) بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز ان کے جن کے لئے اجازت ہو جائے''

نیز فرمایا:

﴿أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ، وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ﴾[٧/ اعراف: ١٩١تا ١٩٢]

''کیا یہ ایسوں کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہ کر سکیں بلکہ وہ خود بھی پیدا کئے گئے ہوں اور وہ نہ ان کی مدد کر سکیں اور نہ اپنے آپ ہی کی مدد کر سکیں''

ظاہر ہے جب ان معبودان باطلہ کا یہ حال ہے تو پھر انہیں معبود بنانا انتہائی قسم کی بے وقوفی اور حد درجہ باطل امر ہے۔

☆(۲) مشرکین مکہ کو اس بات کا اقرار تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی تنہا پروردگار اور خالق ہے اسی کے ہاتھ میں تمام تر سیاست ہے وہی سب کی فریاد رسی کرتا ہے اور سب کا محافظ ہے اور خود کسی محافظ و مددگار سے قطعاً بے نیاز ہے۔

یہ حقیقت اس بات کی متقاضی ہے کہ مشرکین مکہ اللہ رب العالمین کو الوہیت میں بھی ایک جانیں جس طرح ربوبیت میں اسے ایک مان رہے ہیں فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ، الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾[۲/ بقرہ: ۲۰تا۲۲]

''اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کو بھی پیدا کیا اسی میں تمہاری نجات ہے۔ اس ذات نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنادیا نیز آسمان سے پانی نازل کیا پھر اس سے تمہاری روزی کی خاطر طرح طرح کے پھل اگائے۔ دیکھو! جان بوجھ کر اللہ کے ساتھ اوروں کو شریک نہ کرو''

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾[۴۳/زخرف: ۸۷]

''اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو یقیناً یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے پھر یہ کہاں الٹے جاتے ہیں''

نیز فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ، فَذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ فَأَنَّى تُصْرَفُونَ﴾[۱۰/یونس: ۳۱تا ۳۲]

''کہئے کون ہے وہ جو تمہیں آسمان و زمین سے روزی دیتا ہے؟ کون ہے جو کانوں

اور آنکھوں کا مالک ہے؟ کون ہے جو مردہ سے زندہ کو اور زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے؟ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے یہ لوگ بول پڑیں گے کہ ''اللہ'' پھر پوچھئے کہ تم آخر کیوں نہیں ڈرتے ۔سنو وہی اللہ تمہارا حقیقی پروردگار ہے۔ پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا بچتا ہے بتاؤ تو سہی تم کہاں پھرتے جا رہے ہو''

چہارم : اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات پر ایمان

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر یا رسول اکرم ﷺ کی زبانی اپنے لئے جن اسماء و صفات کا اثبات کیا ہے اس پر کما حقہ ایمان لایا جائے۔ان کا نہ تو انکار کیا جائے اور نہ ہی ان کی تاویل کی جائے ان کی نہ تو کیفیت بیان کی جائے اور نہ ہی ان کی تشبیہ دی جائے بلکہ جس طرح یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے لائق وزیبا ہیں بعینہٖ اسی طرح ان پر ایمان لایا جائے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾[٧/اعراف : ١٨٠]

''اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لئے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں ان لوگوں کے کئے کی سزا ضرور ملے گی''

﴿وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَى فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾[٣٠/روم٢٧]

''اس کی بہترین اور اعلیٰ صفت ہے۔آسمانوں میں اور زمین میں بھی اور وہی غلبے والا حکمت والا ہے''

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾[٤٢/شوریٰ:١١]

''اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے''

اسماء و صفات کے باب میں دو گمراہ فرقے

اللہ کے اسماء وصفات کے بارے میں درج ذیل دو جماعتیں گمراہ ہوگئی ہیں۔

(۱) معطلہ

(۲) مشبہ

(۱) **معطلہ** : یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے جملہ اسماء وصفات یا بعض کا انکار کیا ہے ان کا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کو مان لینے سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے تشبیہ لازم آتی ہے لیکن ان کا یہ گمان سرتاسر باطل ہے اس کی کئی وجوہ ہیں۔

اولاً: اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء وصفات کا انکار کردیا جائے تو ایسی چیزوں کا وجود لازم آئے گا جو سراسر باطل ہیں۔ مثلاً اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام میں تناقضات کا ہونا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف اپنے لئے اسماء وصفات کو ثابت کیا ہے اور دوسری طرف اس بات کی نفی بھی کررہا ہے کہ اس کے مشابہ کوئی چیز ہے لہٰذا اگر اسماء وصفات کے اثبات ہی سے تشبیہ لازم آتی ہے تو (نعوذ باللہ) کلام اللہ میں تناقض ہے اور بعض آیتیں بعض آیتوں کی تکذیب کررہی ہیں۔

ثانیاً: کسی بھی اسم وصفت میں دو چیزوں کے باہم مشترک ہونے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ وہ دونوں ایک جیسی ہوں؟ کیا کبھی تمہاری نظر کسی ایسے دو اشخاص پر نہیں پڑی جن میں کا ہر ایک انسان ہو، سنتا ہو، دیکھتا ہو اور بولتا بھی ہو۔ لیکن اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ ان دونوں کے معنی انسانیت، سمع، بصر اور کلام میں بھی بکلی یکسانیت ہو تم نے حیوانوں کو بھی دیکھا ہوگا جن کے ہاتھ ہوتے ہیں، پیر ہوتے ہیں اور آنکھیں ہوتی ہیں لیکن پھر بھی اس اشتراک سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے ہاتھ پیر اور آنکھیں کلی طور پر یکساں ہو۔ تو جب مخلوقات کے مشترکہ اسماء وصفات میں عدم یکسانیت ظاہر ہے تو پھر خالق ومخلوق کے مابین

تباین واختلاف تو بدرجہ اولیٰ ظاہر وواضح ہے۔

(۲) **مشبہ:** یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے تمام اسماء وصفات کو ثابت مانا ہے لیکن انہوں نے اس کی تشبیہ دے دی ہے۔ ان کا گمان ہے کہ دلالت نصوص اسی چیز کی متقاضی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو انہیں چیزوں کے ذریعہ مخاطب کرسکتا ہے جسے وہ سمجھ سکتے ہوں۔ لیکن ان کا یہ گمان سراسر باطل ہے اس کی کئی وجوہات ہیں:

اولاً: اللہ عزوجل کا مخلوق کے مشابہ ہونا یہ عقلاً ونقلاً بہر صورت باطل ہے اور یہ ناممکن ہے کہ کتاب وسنت کے نصوص ایک باطل چیز پر دلالت کریں۔

ثانیاً: اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندوں کو انہیں چیزوں کے ذریعہ مخاطب کیا ہے جس کے اصل معنی ومفہوم کو وہ سمجھتے ہیں۔ رہی اس معنی کی حقیقت وکیفیت تو اس سلسلے میں جن چیزوں کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے ہے اسے اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے ہی علم کے ساتھ خاص کررکھا ہے۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ یہ کہہ دے کہ وہ ''سننے والا ہے'' تو ہمیں ''سننے'' کا اصلی معنی ومفہوم معلوم ہوگیا کہ وہ ''آوازوں کو محسوس کرنا'' ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے سننے کی حقیقت وکیفیت کیا ہے۔ ہمیں نہیں معلوم، کیونکہ سننے کے طریقے جب مخلوقات میں یکساں نہیں ہوتے تو خالق ومخلوق میں اس کی عدم یکسانیت بدرجہ اولیٰ ظاہر وباہر ہے۔

اسی طرح اللہ رب العالمین جب اپنے بارے میں کہہ دے کہ وہ مستوی علی العرش ہے تو ''استوا'' کا اصلی مفہوم ہماری سمجھ میں آ گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے مستوی ہونے کے حقیقت کیا ہے؟ ہمیں نہیں معلوم۔ کیونکہ یہاں مخلوقات کے استواء میں تباین وتفارق موجود ہے چنانچہ جب ایک آدمی کسی کرسی پر مستوی ہوتا ہے تو اس کی کیفیت کچھ ہوتی ہے اور جب کوئی آدمی چلتے ہوئے اونٹ کے کجاوے پر بیٹھتا ہے تو اس کی کیفیت دیگر ہوتی ہے تو جب مخلوقات میں یہ چیز یکساں ومتفق نہیں تو خالق ومخلوق میں اس کا اختلاف وافتراق حد درجہ

واضح وابین ہے۔

اللہ پر ایمان لانے کے فوائد:

اگر گزشتہ سطور میں مذکورہ اعتقاد کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لایا جائے تو اس سے بیش بہا فوائد ومنافع حاصل ہوں گے۔ مثلاً

۱۔صرف اللہ واحد سے وابستگی ہو جائے گی اس کے علاوہ کسی اور سے امید کی حاجت باقی نہ رہے گی نہ ہی کسی اور کے خوف وعبادت کا خیال ہی دل میں گزرے گا۔

۲۔اللہ تبارک وتعالیٰ سے والہانہ محبت ہو جائے گی نیز اس کے اسماء حسنیٰ وصفات علیا کے مطابق اس کی عظمت دل میں جاگزیں ہو جائے گی۔

۳۔اس کے مامورات کی بجا آوری اور اس کے منہیات سے اجتناب کے ذریعہ اس کی عبادت کا شرف حاصل ہوگا۔

دوسرا رکن

فرشتوں پر ایمان

فرشتے: یہ ایک غیبی دنیا کی مخلوق ہیں جو صرف اللہ واحد کی عبادت کرتے ہیں ان کے اندر الوہیت یا پروردگاری کی ادنیٰ خصوصیت بھی نہیں ہوتی اللہ نے انہیں نور سے پیدا کیا ہے اور ان کے اندر اپنی ذات کی اطاعت اور اپنے حکم کی فرمانبرداری کا خاص مادہ پیدا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ، يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ﴾[۲۱/انبیاء : ۱۹تا ۲۰]

"اور جو فرشتے اللہ کے پاس ہیں وہ اللہ کی عبادت سے نہ تو سرکشی کرتے ہیں اور نہ ہی بھٹکتے ہیں۔ وہ رات ودن تسبیح ہی بیان کرتے رہتے ہیں سستی وکاہلی ذرا بھی نہیں کرتے"

ان کی تعداد بہت زیادہ ہے جس کی تفصیل کا علم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں۔ صحیحین میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ واقعہ معراج میں نبی ﷺ کے سامنے آسمان میں ایک تعمیر شدہ گھر دکھایا گیا، جس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے صلوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ایک دفعہ جو فرشتے نماز ادا کر لیتے ہیں وہ دوبارہ یہاں نہیں آتے۔ (دوبارہ انہیں موقع ہی نہیں ملتا)(۱)

فرشتوں پر ایمان لانے میں درج ذیل چار چیزیں شامل ہیں۔

اول: ان کے وجود پر ایمان

دوم: ان کے اسماء پر ایمان

سوم: ان کی صفات پر ایمان

چہارم: ان کے افعال پر ایمان

(۱) بخاری:- کتاب بدء الخلق:باب ذکر الملائکۃ،رقم(۳۲۰۷) و مسلم :- کتاب الایمان:باب الاسراء---رقم(۱٦٤)

❁ اول: ان کے وجود پر ایمان

اس بات پر ایمان لانا کہ فرشتے موجود ہیں۔

❁ دوم: ان کے اسماء پر ایمان

جن فرشتوں کے نام (کتاب وسنت کے ذریعہ) ہمیں معلوم ہیں ان پر ان کے نام کے ساتھ ایمان لانا اور جن کے نام معلوم نہیں ان پر مجمل طور پر ایمان لانا۔

❁ سوم: ان کی صفات پر ایمان

فرشتوں کی جو صفات (کتاب وسنت کے ذریعہ) ہمیں معلوم ہیں ان پر ان کی صفات کے ساتھ ایمان لانا۔ جیسے جبرئیل علیہ السلام کی صفت نبی ﷺ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں ان کی پیدائشی صورت میں دیکھا ان کے چھ سو پر تھے جو افق کو ڈھانکے ہوئے تھے۔(۱)

کبھی کبھی فرشتے انسانی شکل میں بھی آجاتے ہیں جیسے جبرئیل علیہ السلام کا واقعہ ہے جس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا تو انہوں نے ان کے سامنے ایک انسان کی شکل اختیار کر لی (۲)۔ اسی طرح جبرئیل علیہ السلام جب اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے جس وقت آپ ﷺ صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے تو اس وقت بھی جبرئیل علیہ السلام کی آمد ایک انسان کی شکل میں تھی جس پر سفید لبادہ تھا، بال انتہائی کالے تھے، جسم پر سفر کے کچھ آثار نہ تھے اور صحابہ کرام میں سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہ تھا یہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور آپ کے پاس گھٹنے سے گھٹنہ ملا کر بیٹھ گئے اور اپنی ہتھیلی آپ کے دونوں ران پر رکھی پھر اسلام، ایمان، احسان، قیامت اور اس کی نشانیوں کے بارے میں سوالات کئے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ان کے سوالات کے جوابات دئے پھر وہ چلے

---

(۱) مسند أحمد ط الرسالة: ٦/ ٤١٠ رقم ٣٨٦٢ و اسناده صحيح

(۲) ١٩/ مریم: آیت ١٧

گئے ۔اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ جبرئیل علیہ السلام تھے۔ تمہیں دین سکھانے کے لئے آئے تھے(۱)

اسی طرح اللہ رب العالمین نے ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے پاس جن فرشتوں کو بھیجا تھا وہ بھی انسانوں ہی کی شکل میں تھے۔

چہارم: ان کے افعال پر ایمان

اللہ کے حکم سے فرشتے جن کاموں کو انجام دیتے ہیں ان کی بابت (کتاب وسنت سے) جو کچھ ہمیں معلوم ہے ان پر ایمان لانا جیسے اللہ کی تسبیح بیان کرنا، دن ورات بلا تھکاوٹ واکتاہٹ کے اللہ رب العالمین کی عبادت کرنا۔

بعض فرشتے ایسے ہوتے ہیں جن کے کچھ مخصوص اعمال ہوا کرتے ہیں۔

جبریل امین: ان کا کام اس پیغام کو پہنچانا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور رسولوں کو بھیجتا ہے۔

میکائیل: ان کا کام بارش برسانا اور پودے اگانا ہے۔

اسرافیل: ان کا کام صور پھونکنا ہے ایک قیامت قائم ہونے کے وقت اور دوسرا لوگوں کو پھر سے زندہ کرنے کی خاطر۔

ملک الموت: ان کا کام موت کے وقت جانداروں کی روح نکالنا ہے۔

وہ فرشتے جن کا کام رحم مادر میں موجود بچے کی دیکھ ریکھ ہے چنانچہ جب بچہ اپنی ماں کے پیٹ کے اندر چار ماہ کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیج کر حکم دیتا ہے کہ وہ اس کی روزی، اس کی موت، اس کے عمل، اس کی خوش بختی اور اس کی نیک بختی کو لکھ ڈالے۔

وہ فرشتے جن کا کام انسانوں کے اعمال کو لکھنا اور ان کو محفوظ کرنا ہے چنانچہ ہر شخص

(۱)مسلم:- كتاب الإيمان:باب معرفة الإيمان، والإسلام، والقدر وعلامة الساعة،رقم(۸)

کے لئے دوفرشتے ہوتے ہیں ایک دائیں جانب ہوتا ہے اور ایک بائیں جانب ہوتا ہے۔

وہ فرشتے جن کا کام میت سے سوال کرنا ہوتا ہے چنانچہ جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کے رب، اس کے دین اور اس کے نبی کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

فرشتوں پر ایمان لانے کے فوائد:

فرشتوں پر ایمان لانے کے بیش بہا فوائد ہیں۔

☆۱۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کی طاقت اور اس کی سلطنت کے بارے میں معلومات، کیونکہ مخلوق کی عظمت خالق ہی کی عظمت ہے۔

☆۲۔ بنی نوع انسان پر اللہ تعالیٰ کی اس خصوصی عنایت پر شکر گزاری کہ اس نے بہت سارے فرشتوں کو ان کے تحفظ، ان کے اعمال کی کتابت اور ان کے دیگر مفاد کی خاطر مقرر کر رکھا ہے

☆۳۔ فرشتوں سے محبت، کیونکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔

منکرین ملائکہ اور ان کا رد

واضح رہے کہ گمراہوں کی ایک جماعت نے فرشتوں کے جسموں کا انکار کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ مخلوقات کے اندر خیر پر ابھارنے والے جو محرکات ہوتے ہیں عین وہی فرشتے ہیں۔

یہ سراسر قرآن وحدیث اور اجماع امت کو جھٹلانا ہے۔

اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولِي أَجْنِحَةٍ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾[۳۵/فاطر:۱]

''اصل تعریفات اللہ ہی کے لئے ہیں جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا اور دو دو تین تین، چار چار پروں والے فرشتوں کو اپنا قاصد بنانے والا ہے''

دوسری جگہ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ تَرَى إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ﴾[٨/انفال : ٥٠]

''کاش آپ دیکھ سکتے جب فرشتے کافروں کی جانیں نکالتے ہیں تو ان کے منہ پر اوران کے چوتڑوں پر مارمارتے ہیں''

مزید ارشاد ہے:

﴿حَتَّى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾[٣٤/سباء: ٢٣]

''یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کردی جاتی ہے۔تو پوچھتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا اور وہ بلند و بالا اور بہت بڑا ہے''

اور جنتیوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِم مِنْ كُلِّ بَابٍ ، سَلَامٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾[١٣/ رعد: ٢٣تا٢٤]

''ان کے پاس فرشتے ہر ہر دروازے سے آئیں گے۔کہیں گے تم پر سلامتی ہو،صبر کے بدلے کیا ہی اچھا (بدلہ) ہے اس دار آخرت کا''

اور صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا نَادَى جِبْرِيلَ

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبَّهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ"(۱)

''اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو فلاں سے محبت ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ جبرئیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر آسمان والوں کو آواز دے کر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر اس کے بعد وہ پورے کرۂ ارض میں مقبول ہو جاتا ہے''

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ كَانَ عَلَى كُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ الْمَلَائِكَةُ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ فَإِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ طَوَوْا الصُّحُفَ وَجَاءُوا يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ "(۲)

''اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جب جمعہ کا دن آتا ہے تو مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے لگ جاتے ہیں وہ یکے بعد دیگرے آنے والوں کا نام لکھتے رہتے ہیں اور جب امام (منبر پر) بیٹھ جاتا ہے تو رجسٹر بند کر کے آ کر خطبہ سننے لگتے ہیں''

یہ واضح اور صریح نصوص صاف صاف بتلا رہے ہیں کہ فرشتوں کے جسم ہوتے ہیں۔ ایسی بات نہیں ہے کہ وہ صرف معنوی محرکات ہی ہیں اور ان نصوص سے ثابت شدہ امر پر ساری دنیا کے مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے۔

(۱) بخاری:- کتاب الأدب: باب المقة من الله تعالى، رقم الحديث(٦٠٤٠)

(۲) بخاری:- كتاب بدء الخلق: باب ذكر الملائكة، رقم الحديث(٣٢١١)

تیسرا رکن

(آسمانی)کتابوں پر ایمان

''کتاب'' واحد ہے اس کی جمع ''کتب'' آتی ہے اور کتاب یہ ''مکتوب'' کے معنی میں ہے یعنی ''لکھی ہوئی چیز'' یہاں اس سے مراد وہ (آسمانی) کتابیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر انسانیت کی رحمت و ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔ تاکہ وہ دنیا و آخرت کی سعادت کو حاصل کر سکیں۔

(آسمانی) کتابوں پر ایمان لانے میں چار چیزیں شامل ہیں:

اول: ان کے منزل من اللہ ہونے پر ایمان

دوم: ان کے ناموں پر ایمان

سوم: ان کی صحیح باتوں پر بذریعہ تصدیق ایمان

چہارم: ان کے غیر منسوخ احکام پر بذریعہ عمل ایمان

اول: ان کے منزل من اللہ ہونے پر ایمان

اس بات پر ایمان لانا کہ وہ اللہ کی طرف سے اتاری گئی ہیں۔

دوم: ان کے اسماء (ناموں) پر ایمان

جن کتابوں کے نام (کتاب وسنت کے ذریعہ) ہمیں معلوم ہوئے ہیں ان پر ان کے نام کے ساتھ ایمان لانا جیسے ''قرآن مجید'' جو محمد ﷺ پر نازل ہوا، ''توریت'' جو موسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی، اور ''انجیل'' جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی، اور ''زبور'' جو داؤد علیہ السلام کو عطا کی گئی۔

رہی وہ کتابیں جن کے نام ہمیں معلوم نہیں ہیں تو ان پر ہم مجمل طور پر ایمان لائیں گے۔

❁ سوم: ان کی صحیح باتوں پر بذریعہ تصدیق ایمان

ان کتابوں کی جو باتیں صحیح ہیں ان کی تصدیق کرنا جیسے قرآن کی تمام باتیں اسی طرح گزشتہ کتابوں کی وہ باتیں جو تحریف وتصحیف سے محفوظ ہیں۔

❁ چھارم: ان کے غیر منسوخ احکام پر بذریعہ عمل ایمان

ان کتابوں کے جو احکام منسوخ نہیں ہوتے ہیں ان پر عمل کرنا، اور اسے بسر وچشم قبول کرنا چاہیئے اس کی حکمت ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور قرآن کے ذریعہ تمام گزشتہ کتابیں منسوخ کردی گئی ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾ [٥/ مائدہ: ٤٨]

"اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی اوران کی محافظ ہے"

یعنی ان کے بارے میں فیصلہ کرنے والی ہے۔

لہٰذا اب کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ گزشتہ کتابوں کے احکام میں سے کسی حکم کی پیروی کرے الا یہ کہ وہ درست ہو اور قرآن بھی اس کی تائید کررہا ہو۔

(آسمانی) کتابوں پر ایمان کے فوائد

کتابوں پر ایمان لانے کے عظیم فوائد ہیں:

☆ ۱۔ اپنے بندوں پر اللہ تعالیٰ کی عنایت کا پتہ چلتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کو راہ راست پر لانے کی خاطر ایک کتاب عطا کی ہے۔

☆ ۲۔ شریعت الٰہیہ میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کا پتہ چلتا ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر قوم کے لئے ان کے حالات وظروف کے مطابق قوانین واحکام مقرر کئے ہیں۔

جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾[٥/مائدہ : ٤٨]

''ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک خاص شریعت اور راہ ٹھہرا دی ہے''

☆٣۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا شکر لازم ہے کیونکہ تمام نعمتیں اسی کی عطا کردہ ہیں۔

چوتھا رکن

رسولوں پر ایمان

☆رسل (رسولوں) کا مفہوم:

''رُسل'' رسول کی جمع ہے اور ''رسول'' مرسل کے معنی میں ہے یعنی جسے کوئی پیغام پہنچانے کے لئے بھیجا گیا ہو۔اس سے مراد وہ انسان ہے جس پر کوئی شریعت نازل کر کے اسے اس کی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو۔سب سے پہلے رسول نوح علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری رسول محمد ﷺ ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ﴾[٤/نساء: ١٦٣]

''یقیناً ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی جیسے کہ نوح (علیہ السلام) اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی''

اور صحیح بخاری میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے شفاعت نبی سے متعلق یہ حدیث مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ذکر فرمایا: (قیامت کے دن) لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تاکہ وہ ان کی سفارش کر دیں لیکن وہ ان سے معذرت کر دیں گے اور کہیں گے تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ یہ ایسے شخص ہیں جنہیں اللہ نے سب سے پہلے رسول بنا کر بھیجا۔الی آخر الحدیث۔(۱)

نیز محمد ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾[٣٣/احزاب: ٤٠]

''(لوگو!) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد (ﷺ) نہیں بلکہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں''

(۱) بخاری :-کتاب الرقاق:باب صفة الجنة والنار، رقم الحدیث(٦٥٦٥)

اس دنیا میں جتنی بھی امتیں گزری ہیں سب میں اللہ تعالیٰ نے یا تو کسی رسول کو مستقل شریعت دے کر بھیجا، یا کسی نبی کو اس سے پہلے والے رسول ہی کی شریعت دے کر بھیجا تا کہ وہ اس کی تجدید کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾

[١٦/نحل: ٣٦]

''ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو! صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو''

مزید ارشاد ہے:

﴿وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾[٣٥/فاطر: ٢٤]

''کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو''

نیز فرمایا:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا﴾[٥/مائدہ: ٤٤]

''ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت ونور ہے، یہودیوں میں اسی تورات سے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ماننے والے انبیاء (علیہم السلام) اور اہل اللہ اور علماء فیصلے کرتے تھے''

☆ رسولوں کے اوصاف:

نبی یا رسول یہ انسان ہی ہوتے ہیں ان کے اندر ربوبیت یا الوہیت کی کوئی بھی صفت نہیں پائی جاتی۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے جو کہ تمام نبیوں اور

رسولوں کے امام اور اللہ کے نزدیک ان میں سب سے افضل ہیں۔

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾[۷/اعراف:۱۸۸]

''آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرنے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں''

مزید ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ، قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا﴾[۷۲/جن: ۲۱تا ۲۲]

''کہہ دیجئے کہ مجھے تمہارے کسی نقصان نفع کا اختیار نہیں۔ کہہ دیجئے کہ مجھے ہرگز کوئی اللہ سے بچا نہیں سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جائے پناہ بھی پا نہیں سکتا''

نبیوں اور رسولوں کے اندر تمام انسانی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔مثلاً:

وہ بیمار بھی ہوتے ہیں، اور انہیں کھانے، پینے کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔وغیرہ وغیرہ اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کی وہ بات نقل کرتے ہوئے فرماتا ہے جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف بیان کر رہے ہیں:

﴿وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ، وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ، وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ﴾[۲۶/شعراء:۷۹تا ۸۱]

''وہی ہے جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو مجھے شفا عطا فرماتا

ہے اور وہی مجھے مار ڈالے گا پھر زندہ کرے گا‘‘

نبی ﷺ بھی خود ارشاد فرماتے ہیں:

’’ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ،أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ،فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي ‘‘(۱)

’’اور بے شک میں بھی محض تمہاری طرح ہی ایک انسان ہوں جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں لہٰذا جب میں بھول جایا کروں تو تم لوگ مجھے یاد دلا دیا کرو‘‘

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کے بلند مقامات کا ذکر کرتے ہوئے اور ان کی تعریف کرتے ہوئے انہیں صرف ’’بندہ‘‘ ہی کہا ہے نوح علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا﴾[۱۷/بنی اسرائیل : ۳]

’’وہ ہمارا بڑا ہی شکر گزار بندہ تھا‘‘

محمد ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾

[۲۵/فرقان : ۱]

’’بابرکت ہے وہ ہستی جس نے اپنے ’’بندے‘‘ پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ تمام لوگوں کے لئے ڈرانے والا بن جائے‘‘

ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ، إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ، وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ﴾[۳۸/ص: ٤٥ تا ٤٦]

(۱) بخاری: – کتاب الصلاۃ:باب التوجه نحو القبلة حيث كان،رقم (٤٠١)

”ہمارے بندوں ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب (علیہم السلام) کا بھی لوگوں سے ذکر کرو جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔ ہم نے انہیں ایک خاص بات یعنی آخرت کی یاد کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا۔ یہ ہمارے نزدیک برگزیدہ اور بہتر لوگ تھے“

رسولوں پر ایمان لانے میں چار چیزیں شامل ہیں:

اول: ان کی صداقت پر ایمان

دوم: ان کے اسماء پر ایمان

سوم: ان کے واقعات پر ایمان

چہارم: اپنے نبی کی شریعت پر ایمان

اول: ان کی صداقت پر ایمان

اس بات پر ایمان لانا کہ تمام رسولوں کی رسالت مبنی برحق ہے اور اللہ رب العزت کی طرف سے ہے اگر کسی شخص نے ان میں سے کسی ایک رسول کا بھی انکار کر دیا تو گویا کہ وہ سارے رسولوں کا منکر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ﴾[۲۶/شعراء:۱۰۵]

”قومِ نوح نے بھی نبیوں کو جھٹلایا“

غور کیجئے اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو تمام رسولوں کی تکذیب کا مرتکب قرار دیا۔ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ قوم نوح کے پاس نوح علیہ السلام کے علاوہ کوئی دوسرا رسول آیا ہی نہیں پھر کسی اور رسول کی تکذیب چہ معنی دارد؟

لہٰذا معلوم ہوا کہ نصاریٰ جو محمد ﷺ کو جھٹلاتے ہیں اور ان کی اتباع نہیں کرتے یہ لوگ مسیح ابن مریم کو بھی جھٹلا رہے ہیں اور ان کی بھی اتباع نہیں کر رہے ہیں خصوصاً جبکہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو محمد ﷺ کی بشارت دے دی ہے اور اس کی بشارت کا اس کے علاوہ کوئی مطلب نہیں ہے کہ محمد ﷺ ان کے رسول ہوں گے اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی سے نکال کر صراط مستقیم پر گامزن کرے گا۔

دوم: ان کے اسماء پر ایمان

جن انبیاء ورسل کے نام (کتاب وسنت کے ذریعہ) ہمیں معلوم ہوئے ہیں ان پر ان کے نام کے ساتھ ایمان لانا جیسے محمد ﷺ، موسیٰ، عیسیٰ اور نوح علیہم السلام ہیں یہ پانچوں انبیائے کرام اولوالعزم پیغمبر ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دو جگہ ان کا تذکرہ کیا ہے ایک سورہ احزاب کی اس آیت میں:

﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾[۳۳/احزاب: ۷]

”اور جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا (خصوصاً) آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے سے“

اور دوسرے سورہ شوریٰ کی اس آیت میں:

﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾

[۴۲/شوریٰ:۱۳]

”اور تمہارے لئے بھی اللہ نے اسی دین کو متعین کیا ہے جس کے قائم کرنے کا حکم نوح علیہ السلام کو دیا تھا اور اس چیز کی تمہاری طرف وحی کی جا رہی ہے۔ اور جس کا حکم ابراہیم

،موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا تھا کہ اسی دین کو قائم کرو اور اس میں اختلاف نہ کرو‘‘

رہے وہ انبیاء ورسل جن کے نام ہمیں معلوم نہیں تو ان پر ہم اجمالی طور پر ایمان لائیں گے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾[٤٠/مومن:٧٨]

’’یقیناً ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے (واقعات) ہم آپ کو بیان کر چکے ہیں اور ان میں سے بعض کے (قصے) تو ہم نے آپ کو بیان ہی نہیں کئے‘‘

سوم: ان کے واقعات پر ایمان

انبیاء ورسل کے جو واقعات ثابت شدہ ہیں،ان پر ایمان لانا۔

چہارم : اپنے نبی کی شریعت پر ایمان

اس رسول کی شریعت پر عمل پیرا ہونا جسے اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف بھیجا ہے اور وہ خاتم المرسلین محمد ﷺ ہیں جو پوری انسانیت کے لئے مبعوث ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾[٤/نساء:٦٥]

’’قسم ہے تیرے رب کی یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپسی اختلافات میں آپ کو حکم نہ مان لیں اور پھر آپ کی طرف سے جو فیصلہ ہو جائے اس میں کوئی حرج محسوس نہ کریں بلا چوں چرا اسے تسلیم کر لیں‘‘

رسولوں پر ایمان لانے کے فوائد

رسولوں پر ایمان لانے کے بیش بہا فوائد ہیں:

☆۱۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اپنے بندوں پر اس کی عنایت کا پتہ چلتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے رسول بھیجے تا کہ وہ اس کے بندوں کو صراط مستقیم پر گامزن کریں اور انہیں اللہ کی عبادت کا طریقہ سکھلائیں کیونکہ انسانی عقل ان ساری چیزوں کا ادراک نہیں کرسکتی۔

☆۲۔ اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری۔

☆۳۔ انبیاء ورسل سے محبت اور ان کی تعظیم، ان کی کما حقہ مدح سرائی کیونکہ وہ اللہ کے رسول ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کے پیغام کو پہنچایا اور اس کے بندوں کے ساتھ خیر خواہی کی۔

منکرین رسالت اور ان کا رد

واضح رہے کہ بعض دشمنان رسل نے رسولوں کا انکار کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ رسول انسانوں میں سے نہیں ہو سکتے اللہ تعالیٰ نے (قرآن کریم میں) اس شبہ کو ذکر کر کے اس کی تردید کر دی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَى إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ، قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا﴾[۱۷/ بنی اسرائیل : ۹۴تا ۹۵]

”لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ جانے کے بعد انہیں ایمان لانے سے اسی چیز نے روکا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک انسان ہی کو رسول بنا کر بھیج دیا؟ آپ ان سے کہہ

دیجئے کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے اور رہتے بستے تو ہم ان کے پاس آسمان سے فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتے''

غور کیجئے اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کو رد کر دیا اور فرمایا کہ رسول کا انسان ہی میں سے ہونا ناگزیر ہے کیونکہ وہ زمین والوں کی طرف بھیجا جاتا ہے جو کہ انسان ہی ہیں۔ ہاں اگر زمین والے فرشتے ہوتے تو بے شک اللہ تعالیٰ ان کی جانب فرشتے ہی کو رسول بنا کر بھیجتا تاکہ وہ بھی انہیں جیسا ہو۔ اللہ تعالیٰ انبیاء و رسل کو جھٹلانے والوں کا بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ، قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ﴾[١٤/ ابراهيم: ١٠ تا ١١]

''تم لوگ ہماری ہی طرح انسان ہو، تم چاہتے ہو کہ تم ہمیں ان ہستیوں کی عبادت سے روک دو جن کی عبادت ہمارے آبا اجداد کرتے تھے اگر ایسی بات ہے تو کوئی واضح دلیل پیش کرو۔ رسولوں نے ان سے کہا کہ ہاں! ہم بے شک تمہاری ہی طرح انسان ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے۔ اور ہمارے بس میں یہ چیز نہیں کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ہم تمہارے سامنے کوئی معجزہ پیش کر دیں''

پانچواں رکن

آخرت کے دن پر ایمان

آخرت کا دن: اس سے مراد قیامت کا وہ دن ہے جس میں حساب و کتاب کی خاطر تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

اس دن کو آخرت کا دن اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے بعد کوئی دن نہ ہوگا بلکہ جنتی اپنے اپنے مقام پر چلے جائیں گے اور دوزخی بھی اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائیں گے۔

آخرت پر ایمان لانے میں تین چیزیں شامل ہیں:

اول: بعث (دوبارہ زندگی) پر ایمان

دوم: حساب اور بدلے پر ایمان

سوم: جنت اور جہنم پر ایمان

اول: بعث پر ایمان

بعث کہتے ہیں مردوں کو زندہ کرنا یہ وہ وقت ہوگا جب صور میں دوسرا پھونک مارا جائے گا۔ چنانچہ لوگ رب العالمین کی طرف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ سب کے سب ننگے پاؤں ہوں گے ان میں چپل نہ ہوگا ننگے جسم میں ہوں گے ان پر کپڑا نہ ہوگا۔ غیر مختون ہوں گے ان کا ختنہ نہیں کیا گیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ﴾[۲۱/انبیاء: ۱۰٤]

”جس طرح ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا ٹھیک اسی طرح دوبارہ پیدا کردیں یہ ہم پر وعدہ ہے اور اسے ہم پورا کر کے رہیں گے“

بعث یعنی دوبارہ زندہ کیا جانا یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے قرآن و حدیث اور

اجماع امت اس پر دال ہیں۔

قرآن میں ہے:

﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ، ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ﴾[۲۳/ مومنون: ۱۵تا ۱٦]

''پھراس کے بعدتم سب کومرنا ہے۔ پھر قیامت کے روزتم سب کے سب دوبارہ اٹھائے جاؤ گے''

اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے:

''يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً [عُرَاةً]غُرْلًا''(۱)

''قیامت کے دن لوگ اکھٹے کئے جائیں گے اس حالت میں کہ وہ ننگے پیر [ننگے بدن]اورغیرمختون ہوں گے''

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ بعث بعدالممات ثابت ہےاوریہی فطرت کا تقاضا بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کواس مخلوق کے لئے کوئی نہ کوئی ایسا دن مقرر کرنا چاہئے جس میں انہیں ان چیزوں کا بدلہ دیا جائے جس کا مکلّف انہیں رسولوں کے زبانی کیا گیا تھا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾[۲۳/ مومنون:۱۱۵]

''کیاتم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کردیا ہےاورتم دوبارہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے''

(۱) بخاری:- کتاب الرقاق:باب: کیف الحشر،رقم الحدیث(٦۵۲۷)، مسلم:- کتاب الجنة وصفة نعیمها وأهلها:باب فناء الدنیا وبیان الحشر یوم القیامة،رقم الحدیث (۲۸۵۹) واللفظ له

نیز اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَى مَعَادٍ ﴾[۲۸/قصص: ۸۵]

’’جس اللہ نے آپ پر (تلاوت) قرآن کو فرض کیا ہے وہ آپ کو دوبارہ پہلی جگہ پر لانے والا ہے‘‘

دوم: حساب اور بدلے پر ایمان

یعنی بندے کے اعمال کا حساب ہوگا اور اس کے مطابق اسے بدلہ دیا جائے گا۔اس بات پر بھی قرآن وحدیث اور اجماع امت دال ہیں قرآن میں ہے:

﴿إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ، ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ﴾[۸۸/غاشیہ:۲۵تا ۲۶]

’’بلاشبہ انہیں ہماری جانب لوٹنا ہے پھر بے شک ہمیں ان کا حساب لینا ہے‘‘

مزید ارشاد ہے:

﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾[٦/ انعام : ١٦٠]

’’جو کوئی نیکی کرے گا اسے اس کا دس گنا ملے گا اور جو شخص برائی کرے گا اسے اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور لوگوں پر ظلم نہ کیا جائے گا‘‘

نیز فرمایا:

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ﴾[۲۱/انبیاء: ٤٧]

’’اور ہم بروز قیامت انصاف کے ترازو کھڑے کردیں گے پھر کسی جان پر کوئی ظلم نہ ہوگا اگر رائی کے دانے کے برابر بھی کسی کا عمل ہوگا تو ہم اسے حاضر کردیں گے اور ہم خود

حساب لینے کے لئے کافی ہیں''

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث رسول ﷺ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

'' إِنَّ اللَّهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ وَيَسْتُرُهُ فَيَقُولُ أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا أَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا فَيَقُولُ نَعَمْ أَىْ رَبِّ حَتَّى إِذَا قَرَّرَهُ بِذُنُوبِهِ وَرَأَى فِي نَفْسِهِ أَنَّهُ هَلَكَ قَالَ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَأَنَا أَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطَى كِتَابَ حَسَنَاتِهِ وَأَمَّا الْكَافِرُ وَالْمُنَافِقُونَ فَيَقُولُ الْأَشْهَادُ ﴿هَؤُلاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ أَلا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾''(۱)

''اللہ تعالیٰ مومن کو خود سے قریب کرے گا۔ پھر اس پر اپنا پردہ ڈال کر اسے چھپا لے گا پھر کہے گا کیا تجھے اپنا یہ گناہ اور وہ گناہ یاد ہے؟ بندہ کہے گا: ہاں اے میرے رب۔ یہاں تک کہ جب بندہ اپنے گناہوں کا اقرار کرے گا اور یہ سمجھ بیٹھے گا کہ وہ برباد ہو گیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تیرے اس گناہ پر پردہ ڈال دیا تھا اور آج تیرے اس گناہ کو بخش رہا ہوں پھر اسے اس کی نیکیوں کے نامۂ اعمال عطا فرما دے گا۔ اور جو کافر اور منافق لوگ ہوں گے ان پر گواہ (ملائکہ، انبیاء، اور تمام جن وانس سب) کہیں گے کہ ﴿یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا تھا۔ خبردار ہو جاؤ ! ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہو گی﴾''

ایک دوسری صحیح حدیث ہے:

'' إِنَّ من هم بحسنة فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ وَإِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ

(۱) بخاری :- كتاب المظالم والغصب:باب باب قول الله تعالى :﴿أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ﴾، رقم الحديث (۲٤٤۱)، و مسلم :- كتاب التوبة:باب قبول توبة القاتل وإن كثر قتله،رقم الحديث(۲۷٦۸)، روایت کے آخیر میں آیت کے لئے دیکھیں:[۱۱/هود : ۱۸]

عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ سَيِّئَةً وَاحِدَةً"(۱)

''رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی نیکی کا ارادہ کیا اور اسے کر بھی لیا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس اس ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں سے لیکر سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ نیکیوں کا ثواب اس کے لئے لکھ دیتا ہے، اور کسی نے برائی کا ارادہ کیا پھر اسے انجام نہیں دیا تو اللہ تعالی اس پر بھی ایک نیکی لکھ دیتا ہے، اور اگر کسی نے کسی برائی کا ارادہ کیا اور اس برائی کو کر لیا تو اللہ تعالیٰ ایک ہی برائی لکھتا ہے''

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ بندوں کا حساب ہوگا اور ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اور یہی فطرت کا تقاضا بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل کی ہیں، رسول بھیجے ہیں، بندوں پر رسولوں کی لائی ہوئی شریعت کو ماننے کا فریضہ عائد کیا ہے، اللہ کے دشمنوں سے جنگ کو واجب قرار دیا ہے، ان کے خون، ان کی اولاد، ان کی عورتوں، ان کے املاک کو جائز کہا ہے۔ غور کرو اگر حساب و کتاب کا معاملہ نہیں ہے، بدلے اور اجر کی بات نہیں ہے تو یہ ساری چیزیں لغو اور لایعنی ٹھہریں گی اور اللہ رب العزت جو انتہائی حکیم و مدبر ہے وہ ہر طرح کے لغو و عبث کاموں سے منزہ و پاک ہے اللہ رب العالمین اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿**فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ، فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ**﴾[۷/اعراف: ٦تا۷]

''پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے۔ پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں ان کے روبرو بیان کر دیں گے اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے''

---

(۱) بخاری:- كتاب الرقاق:باب من هم بحسنة أو بسيئة،رقم الحديث(٦٤٩١) و مسلم:- كتاب الإيمان:باب إذا هم العبد بحسنة كتبت، وإذا هم بسيئة لم تكتب،رقم الحديث (١٣١)، کتاب کے الفاظ اور حدیث کے الفاظ میں معمولی فرق ہے، مگر معنی درست ہے۔

۞ سوم: جنت اور جہنم پر ایمان

یہ دونوں جگہیں انسانیت کے لئے دائمی ٹھکانہ ہیں۔

جنت :

یہ نعمتوں والی جگہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسے ان مومنوں اور متقیوں کے لئے تیار کیا ہے جو ان تمام چیزوں پر ایمان لاتے ہیں جس پر ایمان لانا اللہ تبارک وتعالیٰ نے واجب قرار دیا ہے نیز اللہ و رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور خالص دل سے اللہ کی عبادت اور رسول اکرم ﷺ کی اتباع کرتے ہیں۔

اس جنت میں طرح طرح کی نعمتیں ہیں ان نعمتوں کو نہ تو کسی آنکھ نے کبھی دیکھا ہے نہ کسی کان نے ان کی بابت کچھ سنا ہے اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں کبھی ان کا تصور ہوا ہے۔(۱)

اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ، جَزَاؤُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ﴾[۹۸/البينة : ۷تا۸]

''بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یہ لوگ بہترین خلائق ہیں۔ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہمیشگی والی جنتیں ہیں۔جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور یہ اس سے راضی ہوئے۔یہ ہے اس کے لئے جو اپنے پروردگار سے ڈرے''

نیز فرمایا:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾[۳۲/سجدہ :۱۷]

(۱) بخاری:- کتاب بدء الخلق:باب ماجاء فی صفة الجنه، رقم (۳۲٤٤)

''کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے جو کچھ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے''

جہنم:

یہ عذاب و ہلاکت کی جگہ ہے اسے اللہ تعالیٰ نے ان کافروں اور ظالموں کے لئے تیار کر رکھا ہے جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اس میں عذاب و جاں کاہی کا ایسا عالم ہوگا جو کسی انسان کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

﴿وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾[۳/آل عمران: ۱۳۱]

''اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے''

مزید ارشاد ہے:

﴿إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا﴾[۱۸/کهف: ۲۹]

''ظالموں کے لئے ہم نے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انہیں گھیر لیں گی۔ اگر وہ فریادرسی چاہیں گے تو ان کی فریادرسی اس پانی سے کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا جو چہرے بھون دے گا، بڑا ہی برا پانی ہے اور بڑی بری آرام گاہ (دوزخ) ہے'' نیز فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا ، خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ، يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا﴾[۳۳/احزاب: ٦٤تا٦٦]

''اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ وہ کوئی حامی و مددگار نہ پائیں گے۔ اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے (حسرت و افسوس سے) کہیں گے کہ کاش ہم اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرتے''

مرنے کے بعد پیش آنے والے امور

آخرت پر ایمان میں ان تمام چیزوں پر ایمان لانا بھی شامل ہے جو موت کے بعد پیش آئیں گی۔ جیسے:

(الف) قبر کا امتحان

جب میت کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس سے اس کے رب اس کے دین اور اس کے نبی کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے جو لوگ ایمان والے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ثابت قدم رکھتا ہے اور وہ صحیح صحیح جواب دے لیتے ہیں۔ چنانچہ جو بندہ مومن ہوتا ہے وہ جواب میں کہتا ہے: کہ میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔(۱)

(۱) قبر میں اصل امتحان کے لیے صرف یہ تین سولات ہی پوچھے جائیں گے، اور بعض حضرات جو ان تین کے ساتھ چوتھے سوال کا بھی ذکر کرتے ہیں وہ دراصل امتحان کا سوال نہیں ہے، بلکہ امتحان کے بعد کا سوال ہے، چنانچہ جو شخص قبر کے امتحان میں کامیاب ہوجائے گا اس سے پوچھا جائے گا کہ: **وَمَا يُدْرِيكَ؟** (تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟) تو مردہ جواب دے گا: **قَرَأْتُ كِتَابَ اللَّهِ فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ**، (میں نے اللہ کی کتاب پڑھی، اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی)۔[دیکھئے: سنن ابی داؤد:- کتاب السنه:باب المسئلة فی القبر، رقم الحدیث ٤٧٥٣ وإسناده صحیح]

اور جو شخص شروع کے تین سوالات کے جوابات میں ناکام ہوجائے گا اس سے کہا جائے گا: **لاَ دَرَيْتَ وَلاَ تَلَيْتَ** (تونے (قرآن) سمجھا نہیں! تو نے (قرآن) پڑھا نہیں!)[بخاری :- کتاب الجنائز:باب ما جاء فی عذاب القبر،رقم الحدیث ١٣٧٤]

اسے مثال سے یوں سمجھ لیں کہ جیسے کوئی بچہ اسکول کے امتحان میں پاس ہوگیا تو اس سے پوچھا جائے کہ تم کیسے پاس ہوگئے؟ اور کوئی فیل ہوگیا تو اس سے کہا جائے تم نے محنت نہ کی! تو ظاہر ہے کہ یہ سوال بچے کے اصل امتحان کا سوال نہیں ہے، بلکہ امتحان کے بعد بچے کی کامیابی یا ناکامی سے متعلق سوال ہے، یہی معاملہ قبر میں امتحان کے بعد ہونے والے مذکورہ سوال کا ہے۔

اور جو لوگ کافر و ظالم ہوتے ہیں وہ ہر سوال کے جواب میں کہتے ہیں ہائے ہائے مجھے نہیں معلوم، ہائے ہائے مجھے نہیں معلوم اور منافق یا دین میں شک کرنے والا شخص کہتا ہے: مجھے معلوم نہیں میں نے لوگوں کو کچھ کہتے ہوئے سنا تھا تو میں نے بھی وہی کہہ دیا۔

(ب) قبر کا عذاب اور اس کی نعمتیں

قبر کا عذاب:

جہاں تک عذاب قبر کا تعلق ہے تو قبر کا عذاب ظالموں، منافقوں اور کافروں کو دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

﴿وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾[٦/انعام: ٩٣]

''اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ ہاں اپنی جانیں نکالو۔ آج تمہیں ذلت کی سزا دی جائے گی۔ اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے''

اور فرعون کی بابت اللہ کا ارشاد ہے:

﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾[٤٠/مومن: ٤٦]

''آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (فرمان ہوگا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو''

صحیح مسلم میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”عَنِ النبی ﷺ قال :فَلَوْ لا أَنْ لا تَدَافَنُوا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ أَنْ يُسْمِعَكُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِى أَسْمَعُ مِنْه، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ فَقَالَ تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ .قَالُوا نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ فَقَالَ تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْر، قَالُوا نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْر، قَالَ تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، قَالُوا نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ قَالَ تَعَوَّذُوا بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّال، قَالُوا نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ“(۱)

”اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: لوگو اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم مردوں کو دفن کرنا بند کر دو گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں قبر کا وہ عذاب سنا دے جسے کبھی کبھی میں سنتا ہوں۔ پھر مخاطب ہوئے اور فرمایا: لوگو! جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔ لوگوں نے کہا: ہم عذاب جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ پھر اللہ کے نبی نے کہا: لوگو! عذاب قبر سے اللہ کی پناہ چاہو لوگ بول اٹھے: ہم قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ پھر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگو! ظاہر و باطن فتنوں سے پناہ الٰہی طلب کرو۔ لوگ گویا ہوئے: ہم ظاہر و باطن فتنوں سے پناہ الٰہی کے طلبگار ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: لوگو! دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگو۔ لوگ پکار اٹھے ہم فتنہ دجال سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں“

قبر کی نعمتیں:

جہاں تک جہاں تک قبر کی نعمتوں کا معاملہ ہے تو یہ نعمتیں سچے مومن کے حصے میں آئیں گے۔ فرمان باری ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ﴾[۴۱/حم سجده : ۳۰]

(۱) صحيح مسلم:- كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها:باب عرض مقعد الميت من الجنة أو النار عليه، وإثبات عذاب القبر والتعوذ منه، رقم الحديث(۲۸٦۷)

’’(واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے انکے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو‘‘

نیز ارشاد ہے:

﴿فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ، وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ ، وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَكِن لَّا تُبْصِرُونَ ، فَلَوْلَا إِن كُنتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ، تَرْجِعُونَهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ، فَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ، فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ، وَأَمَّا إِن كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ، فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ، وَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ ، فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ، وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ، إِنَّ هَذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ، فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ﴾[٥٦/ واقعه: ٨٩تا ٩٦]

’’پس جبکہ روح نرخرے تک پہنچ جائے ۔ اور تم اس وقت آنکھوں سے دیکھتے رہو ہم اس شخص سے بہ نسبت تمہارے بہت زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے ۔ پس اگر تم کسی کے زیرِ فرمان نہیں اور اس قول میں سچے ہو تو (ذرا) اس روح کو تو لوٹاؤ ۔ پس جو کوئی بارگاہ الٰہی سے قریب کیا ہوا ہوگا اسے تو راحت ہے اور غذائیں ہیں اور آرام والی جنت ہے ۔ اور جو شخص داہنے (ہاتھ) والوں میں سے ہے تو بھی سلامتی ہے تیرے لئے کہ تو داہنے والوں میں سے ہے ۔ لیکن اگر کوئی جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہے تو کھولتے ہوئے گرم پانی کی مہمانی ہے اور دوزخ میں جانا ہے ۔ یہ خبر سراسر حق اور قطعاً یقینی ہے ہے ۔ پس تو اپنے عظیم الشان پروردگار کی تسبیح کر‘‘

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ایک مردہ قبر میں منکر نکیر کا جواب دے لے گا تو اس کی بابت اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے:

”فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ : أَنْ قَدْ صَدَقَ عَبْدِي، فَأَفْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ، قَالَ: فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيبِهَا قَالَ: وَيُفْتَحُ لَهُ فِيهَا مَدَّ بَصَرِهِ“ (۱)

”آسمان سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا اس کے لئے جنت کا بچھونا بچھا دو، اس کے لئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو، اسے جنتی لباس پہنا دو۔ آپ نے فرمایا: پھر اس بندے کے پاس جنت کی ہوائیں اور خوشبوآئیں گی اور اس کی قبر تا حدنگاہ کشادہ کردی جائیگی“

آخرت کے دن پر ایمان لانے کے فوائد

یوم آخرت پر ایمان لانے کے بیش بہا فوائد ہیں:

☆۱۔ خیر وطاعت کے کاموں کے لئے حرص ورغبت پیدا ہوتی ہے اس امید پر کہ یوم آخرت میں اس کا ثواب ملے گا۔

☆۲۔ گناہ ومعصیت کے کاموں سے وحشت ونفرت پیدا ہوتی ہے اس ڈر سے کہ یوم آخرت میں اس کی سزا ملے گی۔

☆۳۔ مومن کو اگر دنیا میں (اپنی مرضی کے مطابق) کچھ چیزیں نہیں مل پاتی ہیں تو اسے تسلی ہوتی ہے کہ آخرت میں ثواب ونعمت ملنے کی توقع ہے۔

(۱) سنن ابی داؤد:- کتاب السنه:باب المسئلة فی القبر،رقم الحديث (٤٧٥٣) وإسناده صحيح ، مسند أحمد : (٢٨٧/٤) وإسناده صحيح

منکرین بعث کا اعتراض اور اس کا جواب

واضح رہے کہ کافروں نے موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کیا ہے ان کا گمان ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں۔

یہ گمان سراسر باطل ہے اس کے بطلان پر درج ذیل تینوں چیزوں دال ہیں۔

(۱) شریعت (۲) حس و شعور (۳) عقل

(ا) شرعی دلیل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا قُلْ بَلَى وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ [٦٤/تغابن: ٧]

''ان کافروں نے خیال کیا کہ دوبارہ زندہ نہ کئے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں اللہ کی قسم! تم ضرور دوبارہ اٹھائے جاؤ گے پھر جو تم نے کیا ہے اس کی خبر دیئے جاؤ گے اور اللہ پر یہ بالکل ہی آسان ہے''

یہ بات تمام آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔

(۲) حسی وشعوری دلیل:

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے دکھلا دیا ہے چنانچہ سورہ بقرہ میں اس کی پانچ مثالیں ہیں:

پہلی مثال: ۔موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم تم پر تب ایمان لائیں گے جب اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دیکھ لیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دے دی پھر انہیں زندہ کر دیا اسی بات کو اللہ تعالیٰ بنو اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے یوں ذکر کرتا ہے:

﴿وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَى لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ

الصَّاعِقَةُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ، ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴾

[۲/بقرہ: ۵۵ تا ۵٦]

''اور (تم اسے بھی یاد کرو) تم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ جب تک ہم اپنے رب کو سامنے نہ دیکھ لیں ہرگز ایمان نہ لائیں گے (جس گستاخی کی سزا میں) تم پر تمہارے دیکھتے ہوئے بجلی گری۔ لیکن پھر اس لئے کہ تم شکرگزاری کرو، اس موت کے بعد بھی ہم نے تمہیں زندہ کر دیا''

دوسری مثال:- بنواسرائیل کے اس مقتول کا واقعہ جس کے بارے میں بنواسرائیل جھگڑ رہے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ایک گائے ذبح کریں اور اس کے گوشت کے ٹکڑے سے مقتول کو ماریں پھر وہ زندہ ہو کر خود اپنے قاتل کی نشاندہی کر دے گا چنانچہ اس بات کو اللہ تعالیٰ یوں ذکر کرتا ہے:

﴿وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ، فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا كَذَلِكَ يُحْيِ اللَّهُ الْمَوْتَى وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ [۲/بقرہ: ۷۲]

''جب تم نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا پھر اس میں اختلاف کرنے لگے اور تمہاری پوشیدگی کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا۔ ہم نے کہا کہ اس گائے کا ایک ٹکڑا مقتول کے جسم پر لگا دو اور وہ جی اٹھے گا) اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کر کے تمہیں تمہاری عقلمندی کے لئے اپنی نشانیاں دکھاتا ہے''

تیسری مثال:- ان لوگوں کا واقعہ جو موت سے بھاگنے کے لئے اپنے گھروں سے نکل پڑے تھے وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے اللہ تعالیٰ نے ان سب پر موت طاری کر دی۔ پھر انہیں دوبارہ زندہ کر دیا۔ اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ﴾ [۲/بقرہ: ۱۴۳]

''کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت کے ڈر کے مارے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا مر جاؤ پھر انہیں زندہ کر دیا بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل والا ہے۔لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں''

چوتھی مثال:- ایسے نبی کا واقعہ جن کا گزر ایک مردہ بستی سے ہوا تو انہوں نے بعید سمجھا کہ اللہ تعالیٰ اسے زندہ کر سکے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سو سال تک موت دے دی پھر بعد میں انہیں زندہ کر دیا۔اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّى يُحْيِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ﴾[۲/بقرہ: ۲۵۹]

''یا اس شخص کی مانند کہ جس کا گزر اس بستی پر ہوا جو چھت کے بل اوندھی پڑی ہوئی تھی، وہ کہنے لگا اس کی موت کی بعد اللہ تعالیٰ اسے کس طرح زندہ کرے گا؟ تو اللہ نے اسے مار دیا سو سال کے لئے، پھر اسے اٹھایا''

پانچویں مثال:- ابراہیم علیہ السلام کا وہ واقعہ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ انہیں دکھلائے کہ مردوں کو وہ کیسے زندہ کرتا ہے چنانچہ اللہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ چار پرندوں کو ذبح کر ڈالیں اور ان کی بوٹیاں اردگرد کے پہاڑوں پر ڈال دیں پھر دور سے انہیں پکاریں تو گوشت کی بوٹیاں ایک دوسرے سے مل جائیں گی اور ابراہیم علیہ السلام کی طرف دوڑ پڑیں گے اس واقعے کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ

بَلَی وَلَٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾[۲/بقرہ: ۲۶۰]

''اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے دکھا تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ (جناب باری تعالیٰ) نے فرمایا، کیا تمہیں ایمان نہیں؟ جواب دیا ایمان تو ہے لیکن میرے دل کی تسکین ہو جائے گی، فرمایا چار پرندے لو، ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو، پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں پکارو، تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آ جائیں گے اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمتوں والا ہے''

یہ چند حقیقت پر مبنی حس وشعور سے متعلق مثالیں ہیں جو اس بات پر صاف دلالت کرتی ہیں کہ مردوں کو زندہ کرنا ممکن ہے۔علاوہ بریں عیسیٰ علیہ السلام کو منجانب اللہ عطا کردہ اس نشانی کا تذکرہ ہو چکا ہے جس کی بدولت عیسیٰ علیہ السلام بحکم الٰہی مردوں کو زندہ کر دیتے تھے اور انہیں ان کی قبر سے نکال باہر کھڑا کر دیتے تھے۔

(۳) عقلی دلیل:

(الف): اللہ رب العالمین ہی آسمان و زمین کا خالق ہے ان کے مابین جتنی چیزیں ہیں سب کو پہلے پہل اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے اور جو ذات پہلی مرتبہ کسی چیز کی پیدائش پر قادر ہو وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز نہیں ہو سکتی۔

﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾[۳۰/روم: ۲۷]

''وہی ہے جو اول بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا کریگا اور یہ تو اس پر بہت ہی آسان ہے''

مزید ارشاد ہے:

﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ﴾[٢١/انبیاء:١٠٤]

''جیسے کہ ہم نے اول دفعہ پیدائش کی تھی اسی طرح دوبارہ کریں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے اور ہم اسے ضرور کر کے رہیں گے''

جو لوگ بوسیدہ ہڈیوں کے زندہ کئے جانے کا انکار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی تردید کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ﴾[٣٦/یٰسین:٧٨]

''آپ جواب دیجئے! کہ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں اول مرتبہ پیدا کیا ہے، جو سب طرح کی پیدائش کا بخوبی جاننے والا ہے''

(ب): جب زمین مردہ اور سخت ہو جاتی ہے اس پر ہرے بھرے درخت کہیں دکھائی نہیں دیتے ایسی حالت میں باران رحمت کا نزول ہوتا ہے پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہر سو ہریالی پھیل جاتی ہے، بے شمار مردہ پودے زندگی سے مالا مال ہو جاتے ہیں اور از سر نو زمین پر اگ آتے ہیں۔ غور کرو جو ذات باکمال ان مردہ پودوں کو زندگی وحیات عطا کر سکتی ہے کیا وہ فوت شدہ انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں ہو سکتی؟

اللہ کہتا ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتَى إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾[٤١/حم السجده: ٣٩]

''اس اللہ کی نشانیوں میں سے (یہ بھی) ہے کہ تو زمین کو دبی دبائی دیکھتا ہے۔ پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ تروتازہ ہو کر ابھرنے لگتی ہے۔ جس نے اسے زندہ کیا وہی یقینی طور پر مردوں کو بھی زندہ کرنے والا ہے۔ بیشک وہ ہر (ہر) چیز پر قادر ہے''

مزید ارشاد ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ، وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ ، رِزْقًا لِلْعِبَادِ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا كَذَلِكَ الْخُرُوجُ﴾[۵۰/ق: ۹تا ۱۱]

''اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی برسایا اور اس سے باغات اور کٹنے والے کھیت کے غلے پیدا کئے ۔ اور کھجوروں کے بلند و بالا درخت جن کے خوشے تہ بہ تہ ہیں ۔ بندوں کی روزی کے لئے اور ہم نے پانی سے مردہ شہر کو زندہ کر دیا ۔ اسی طرح (قبروں سے) نکلنا ہے''

منکرین عذاب و نعمت قبر اور ان کا رد

واضح رہے کہ گمراہوں کی ایک جماعت نے قبر کے عذاب اور اس کی نعمتوں کا انکار کیا ہے ان کا گمان ہے کہ یہ ساری چیزیں ممکن ہی نہیں کیونکہ واقعہ اس کے برخلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی بھی میت کی قبر کھودی جائے تو میت اپنی اصلی حالت ہی میں ملتی ہے نہ تو اس کی قبر میں کشادگی نظر آتی ہے اور نہ ہی تنگی دکھائی دیتی ہے ۔

یہ گمان سرتاسر باطل ہے اس کے بطلان پر درج ذیل تینوں چیزیں شاہد ہیں ۔

(الف) شریعت (ب) حس و شعور (ج) عقل

(الف) شرعی دلیل: قبر کے عذاب اور اس کی نعمتوں کے اثبات پر دلالت کرنے والے بعض نصوص کا تذکرہ گزشتہ سطور میں ہو چکا ہے ۔

علاوہ بریں صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

''عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَعْضِ حِيطَانِ الْمَدِينَةِ فَسَمِعَ صَوْتَ إِنْسَانَيْنِ يُعَذَّبَانِ فِي قُبُورِهِمَا فَقَالَ يُعَذَّبَانِ وَمَا

يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ وَإِنَّهُ لَكَبِيرٌ كَانَ أَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَكَانَ الْآخَرُ يَمْشِي بِالنَّمِيمَةِ"(۱)

''اللہ کے نبی ﷺ کا گزر مدینہ کے کسی قبرستان سے ہوا تو آپ نے دو انسانوں کی آوازیں سنیں جنہیں ان کی قبر میں عذاب دیا جا رہا تھا۔اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی جس میں آگے ہے کہ۔ان دونوں میں سے ایک پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا یا ایک روایت کے مطابق اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا،اور دوسرا شخص چغل خوری وغیبت کیا کرتا تھا''

❀ **(ب) حسی وشعوری دلیل:** ایک سونے والا شخص کبھی کبھی اپنے خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ ایک کشادہ اور خوبصورت جگہ میں پہنچا ہوا ہے اور وہاں کی نعمتوں سے مستفید ہو رہا ہے یا برعکس ذلک وہ کسی تنگ اور وحشتناک جگہ میں پہنچ گیا ہے اور وہاں کی اذیتوں کو برداشت کر رہا ہے۔اور بسا اوقات اس وحشت ناکی کی تاب نہ لاکر وہ بیدار ہو جاتا ہے اس کے باوجود بھی وہ اپنے ہی بستر اور اپنی ہی حالت میں ہوتا ہے۔اور نیند یہ موت کی بہن ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس پر بھی وفات کا اطلاق کیا ہے۔فرمان باری ہے:

﴿اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَى إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى﴾ [۳۹/زمر: ۴۲]

''اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے، پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے، انہیں تو روک لیتا ہے اور دوسری (روحوں) کو ایک مقرر وقت تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے''

❀ **(ج) عقلی دلیل:** ایک سونے والا شخص اپنی نیند میں کبھی کبھی سچا خواب بھی

(۱) بخاری:- كتاب الأدب : باب النميمة من الكبائر، رقم الحديث(۶۰۵۵)

دیکھ لیتا ہے جو واقعہ کے عین مطابق ہوتا ہے اور بسا اوقات تو نبی ﷺ کو بھی دیکھ لیتا ہے اور جو شخص نبی ﷺ کو بحالت خواب آپ کی صفات میں دیکھ لے وہ درحقیقت نبی ﷺ کو ہی دیکھتا ہے۔ بایں ہمہ ایک سونے والا شخص اپنے ہی کمرے میں اپنے ہی بستر پر ہوتا ہے اور اپنے خواب کی دنیا سے کوسوں دور ہوتا ہے غور کرو جب یہ ساری چیزیں دنیاوی حالات کے تیئں ممکن ہیں تو آخرت کے احوال میں ان ساری چیزوں کا امکان کیونکر نہیں؟

رہا منکرین عذاب قبر کا یہ گمان جس پر وہ اعتماد کرتے ہیں کہ اگر کسی میت کی قبر کھودی جائے تو مردہ اپنی اصلی حالت ہی میں پایا جاتا ہے اور قبر میں کوئی کشادگی یا تنگی نظر نہیں آتی تو اس کے متعدد جوابات ہیں۔

☆(۱) ان بودے شبہات کی بنا پر شریعت پر اعتراض کرنا جائز نہیں اگر معترض کما حقہ غور و خوض سے کام لے تو خود اسی پر ان شبہات کا بطلان واضح ہو جائے گا۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

و کم من عائب قولا صحیحا　　　و آفته من الفهم السقیم

ترجمہ: کتنے ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو صحیح بات میں بھی عیب نکالنے لگتے ہیں ایسے لوگوں کی پریشانی یہ ہے کہ یہ عقلِ بیمار کے مالک ہوتے ہیں۔

☆(۲) برزخی احوال یہ غیبی امور سے تعلق رکھتے ہیں ان کا ادراک حس و شعور سے نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر حس و شعور سے یہ معلوم ہونے لگے تو پھر ایمان بالغیب کا کوئی فائدہ باقی نہ رہے گا۔ کیونکہ دریں صورت منکرین غیب بھی اس کی تصدیق کر کے غیب پر ایمان لانے والوں کے برابر ہو جائیں گے۔

☆(۳) قبر کا عذاب، اس کی نعمتیں، اس کی کشادگی اور اس کی تنگی یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جسے صرف میت ہی جانتی ہے نہ کہ اس کے علاوہ دیگر لوگ بھی اس کی مثال ایسے ہی

ہے کہ ایک سوتا ہوا شخص اپنے خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ ایک وحشتناک اور تنگ جگہ میں پہنچ گیا ہے یا برعکس آں ایک کشادہ اور خوبصورت جگہ میں آ گیا ہے۔ لیکن ایک دوسرا شخص جو اسی کے کمرے میں اس کے بستر اور لحاف کے درمیان موجود ہے اسے اس کی نیند میں کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوتی۔

نیز نبی ﷺ پر جب وحی آتی تو اسے آپ سنتے لیکن صحابہ کرام جو آپ کے ساتھ ہوتے تھے اسے نہیں سن پاتے اور بسا اوقات فرشتہ آپ ﷺ کے پاس انسانی شکل میں آتا اور آپ سے بات چیت کرتا لیکن صحابہ کرام نہ تو اسے دیکھ پاتے اور نہ ہی اس کی بات سن پاتے تھے۔

☆(۴) مخلوقات کا علم اسی حد تک محدود ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے لہٰذا یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ وہ تمام چیزوں کی بابت جانکاری حاصل کر لیں چنانچہ ساتوں آسمان اور زمین ان میں موجود ساری اشیاء اور دیگر تمام چیزیں حقیقی طور پر اللہ کی حمد وثنا بیان کر رہی ہیں جسے بسا اوقات اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے سنا بھی دیتا ہے۔ بایں ہمہ یہ ساری چیزیں ہمارے پس پردہ ہیں اللہ تعالیٰ اس بابت فرماتا ہے:

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ﴾[۱۷/بنی اسرائیل: ٤٤]

''ساتوں آسمان اور زمین اور جو بھی ان میں ہے اسی کی تسبیح کر رہے ہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں جو اسے پاکیزگی اور تعریف کے ساتھ یاد نہ کرتی ہو۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ تم اس کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے''

یہی معاملہ جن وشیاطین کا بھی ہے جو زمین میں ادھر ادھر چلتے رہتے ہیں چنانچہ ایک مرتبہ کچھ جنات رسول اکرم ﷺ کے پاس بھی آئے اور آپ کی تلاوت کو خاموشی کے ساتھ

سنا پھر اپنی قوم کو ڈرانے کے لئے روانہ ہو گئے۔ بایں ہمہ یہ لوگ ہم سے اوجھل ہیں اس بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا بَنِي آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾[۷/اعراف: ۲۷]

''اے اولاد آدم! شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے باہر کرادیا ایسی حالت میں ان کا لباس بھی اتروادیا تا کہ وہ ان کو ان کی شرمگاہیں دکھائے۔ وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے ہو۔ ہم نے شیطانوں کو ان ہی لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے''

جب مخلوقات کا یہ عالم ہے کہ یہ ہر چیز کا علم نہیں رکھتے تو ان کے لئے قطعاً جائز نہیں کہ غیبی امور سے متعلق حقائق کا انکار کر بیٹھیں جبکہ ان کے بارے میں انہیں کچھ علم نہیں۔

چھٹا رکن

تقدیر پر ایمان

تقدیر یا قدَر (دال کے زبر کے ساتھ) اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے سابق علم اور حکمت کے تقاضے کے مطابق کائنات کا اندازہ کرنا۔

تقدیر پر ایمان لانے میں چار چیزیں شامل ہیں:

اول: اللہ کے علم ماکان وما یکون پر ایمان

دوم: لوح محفوظ پر ایمان

سوم: اللہ کی مشیت پر ایمان

چہارم: اللہ کی خالقیت پر ایمان

اول: اللہ کے علم ماکان وما یکون پر ایمان

اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اجمالی اور تفصیلی طور پر ہمیشہ ہمیش سے جانتا ہے خواہ اس کا تعلق خود اس کے افعال سے ہو یا اس کے بندوں کے افعال سے ہو۔

دوم: لوح محفوظ پر ایمان

اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس علم کو لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔

ان دونوں امور کی بابت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ [۲۲/حج: ۷۰]

''کیا آپ نے نہیں جانا کہ آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے سب لکھی ہوئی

کتاب (لوح محفوظ) میں محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ پر تو یہ امر بالکل آسان ہے“

صحیح مسلم میں عبداللہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”کَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ“(۱)

”میں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی تقدیر کو آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال قبل ہی لکھ رکھا ہے“

❁ سوم: اللہ کی مشیت پر ایمان

اس بات پر ایمان لانا کہ تمام کائنات میں کوئی کام بھی بلا اللہ کی مشیت کے انجام نہیں پا سکتا خواہ اس کا تعلق بذات خود اللہ کے فعل سے ہو یا مخلوقات ہستی کے فعل سے ہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے فعل کی بابت فرماتا ہے:

﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ﴾[۲۸/قصص : ٦٨]

”آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے“

مزید ارشاد ہے:

﴿وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ﴾[١٤/ابراهيم : ٢٧]

”اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے“

نیز فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ﴾[٣/آل عمران : ٦]

”وہ ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جس طرح کی چاہتا ہے بناتا ہے“

(۱) مسلم:- كتاب القدر: باب حجاج آدم و موسى عليهما السلام، رقم الحديث(٢٦٥٣)

اور مخلوقات کے فعل سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوكُمْ﴾[٤/ نساء: ٩٠]

''اگر اللہ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا پھر وہ تم سے لڑائی کرتے''

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ﴾[٦/ انعام: ١٣٧]

''اگر اللہ چاہتا تو وہ اسے نہ کر پاتے پس انہیں اور یہ جو کچھ گھڑتے ہیں چھوڑ دیجئے''

چہارم: اللہ کی خالقیت پر ایمان

اس بات پر ایمان لانا کہ تمام مخلوقات اپنے جملہ ذات وصفات اور حرکات کے لحاظ سے صرف اللہ تعالیٰ کی ہی تخلیق کردہ ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ﴾[٣٩/زمر:٦٢]۔

''اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے''

مزید ارشاد ہے:

﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا﴾ [٢٥/ الفرقان: ٢]

''اور ہر چیز کو اس نے پیدا کر کے ایک مناسب اندازہ ٹھہرا دیا ہے''

اپنی قوم سے اللہ کے نبی ابراہیم علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ [٣٧/ صفات: ٩٦]

اللہ نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسے بھی جسے تم کرتے ہو''

اختیاری افعال میں بندوں کی مشیت

تقدیر پر مذکورہ تفصیل کے مطابق ایمان لانا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ بندوں کے لئے اپنے اختیاری افعال میں مشیت اور اس پر قدرت ہو کیونکہ شریعت اور واقع دونوں سے یہ بات ثابت شدہ ہے۔

۞ **شریعت:** اللہ تعالیٰ (بندوں کی مشیت) کے بارے میں کہتا ہے:

﴿**فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَى رَبِّهِ مَآبًا**﴾[۷۸/ نبأ: ۳۹]

''جو شخص بھی چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنالے''

مزید فرمایا:

﴿**فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ**﴾[۲/بقرہ: ۲۲۳]

تم جس طرح چاہو اپنی کھیتیوں میں آؤ۔

اور بندوں کی قدرت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿**فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا**﴾[٦٤/ التغابن: ١٦]

''جتنا ہو سکے اللہ سے ڈرو اور سنو اور اطاعت کرو''

مزید فرمایا:

﴿**لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ**﴾[۲/بقرہ: ۲۸٦]

''اللہ تعالیٰ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتا اگر وہ نیکی کرے تو وہ اسی کے لئے ہوگی اور اگر برائی کرے تو اس کا جواب اسی کو دینا ہوگا''

۞ **واقع:** ہر انسان کو یہ معلوم ہے کہ اس کے پاس اپنی مشیئت اور قدرت ہوتی ہے جس کے تحت وہ کسی کام کو انجام دیتا ہے اور کسی سے دست بردار ہو جاتا ہے اور اسے اس

بات کا فرق بھی بخوبی معلوم ہے کہ بعض کاموں میں اس کے ارادے کا دخل ہوتا ہے جیسے چلنا وغیرہ جبکہ بعض دیگر کام ایسے ہیں جن میں اس کے ارادے کا کوئی دخل نہیں ہوتا جیسے کانپنا وغیرہ۔ لیکن بندوں کی مشیئت اور قدرت اللہ کی مشیئت اور قدرت ہی کے تابع ہوتی ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ، وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾[۸۱/ تکویر: ۲۸تا ۲۹]

”(یہ قرآن) اس کے لئے (نصیحت ہے) جو راہ راست پر آنا چاہے اور (یاد رکھو) تم صرف وہی چاہ سکتے ہو جو اللہ رب العالمین چاہے“

علاوہ بریں کائنات سب کی سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے لہٰذا اس کی ملکیت میں کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہوسکتی جس کا تعلق اس کے علم ومشیئت سے نہ ہو۔

گناہوں پر تقدیر سے احتجاج درست نہیں

تقدیر پر مذکورہ تفصیل کے ساتھ ایمان لانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بندے کو اجازت مل گئی ہے کہ وہ واجبات کے ترک یا گناہ کے ارتکاب پر تقدیر سے حجت پکڑے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو اس کا یہ عمل کئی وجوہ سے باطل ہے۔

❁ **اولاً** : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّى ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ﴾ [٦/ انعام : ١٤٨]

''مشرکین کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ تو ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے آباء واجداد شرک کرتے اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام کرتے اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی تکذیب کی تھی یہاں تک کہ ہمارے عذاب کا مزہ چکھ لئے آپ ان سے کہئے کہ تمہارے پاس اگر علم و یقین ہو تو ہمارے سامنے پیش کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم صرف ظن وتخمین کے پیچھے پڑے ہو اور بے سمجھے بوجھے باتیں بنانے والے ہو''

اگر آیت میں مذکورہ لوگوں کے لئے تقدیر سے حجت پکڑنا صحیح ہوتا تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب کا مزہ نہ چکھاتا۔

❁ **ثانیاً:** اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ [٤/ النساء: ١٦٥]

''ہم نے انہیں خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا رسول بنایا تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لئے اللہ پر کوئی حجت باقی نہ رہے اللہ تعالیٰ بڑا ہی غالب اور حکمت والا ہے''

اگر مخالفین کے لئے تقدیر حجت ہوتی تو رسولوں کا بھیجنا بے سود ہوتا کیونکہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد بھی جو مخالفت ہوتی اس کی وجہ تقدیر الٰہی ہی ٹھہرتی۔

❁ **ثالثاً:** صحیحین میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت آتی ہے صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں:

''أن النبی ﷺ قال مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ كُتِبَ مَقْعَدُهُ مِنَ النَّارِ أَوْ مِنَ الْجَنَّةِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا نَتَّكِلُ قَالَ اعْمَلُوا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى﴾ الْآيَةَ''(۱)

(۱) بخاری :- کتاب التوحید :باب قول اللہ تعالی:﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾،رقم(٧٥٥٢) ،اخیر میں آیت کے لئے دیکھے:[٩٢/اللیل:٥]

’’نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر شخص کی بابت یہ لکھا جا چکا ہے کہ اس کا ٹھکانہ جنت ہے یا جہنم، صحابہ میں سے کسی نے کہا: اے اللہ کے رسول کیا ہم اسی پر بھروسے نہ کرلیں، فرمایا: ہرگز نہیں۔ عمل کرتے رہو کیونکہ ہر شخص کے لئے اس کا کام آسان کر دیا گیا ہے۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی ﴿جس نے دیا (اللہ کی راہ میں) اور ڈرا (اپنے رب سے) اور نیک بات کی تصدیق کیا﴾‘‘

اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں:

’’فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ‘‘(۱)

’’ہر شخص جس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ اس کے لئے آسان کر دیا گیا ہے‘‘

چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے عمل کرنے کا حکم دیا اور تقدیر پر بھروسہ کرنے سے روک دیا۔

❁ **رابعاً:** اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو کچھ چیزوں کا حکم دیا ہے اور کچھ چیزوں سے روکا ہے، ان کو صرف انہیں چیزوں کا حکم دیا ہے جن کے کرنے کی استطاعت ان کے اندر موجود ہے۔ فرمان باری ہے:

﴿**فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ**﴾[٦٤/التغابن: ١٦]

’’تم سے جس قدر ہو سکے اللہ سے ڈرو‘‘

مزید ارشاد ہے:

﴿**لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا**﴾[٢/ البقرہ:٢٨٦]

’’اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں دیتا‘‘

(۱) مسلم:- كتاب القدر:باب كيفية خلق الآدمى فى بطن أمه و كتابة رزقه و أجله وعمله و شقاوته و سعادته،رقم ٢٦٤٧]

اگر یہ مان لیں کہ بندے اپنے افعال پر مجبور ہیں تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ ایسی چیزوں کے مکلّف ہیں جن سے گلوخلاصی ممکن ہی نہیں اور یہ بات سراسر باطل ہے حقیقت یہ ہے کہ بندے صرف انہیں چیزوں کے مکلّف ہیں جن کے انجام دہی کی قدرت ان کے اندر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بندے جہالت، بھول چوک یا مجبوری کی بنا پر کسی معصیت کا ارتکاب کرتے ہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہوتا کیونکہ ایسی صورت میں وہ معذور قرار پاتے ہیں۔

❁ **خامساً:** اللہ تعالیٰ کی تقدیر ایک پوشیدہ راز ہے جس کا علم اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ شئ مقدر کا وقوع نہ ہو جائے۔ اور بندوں کا ارادہ ان کے فعل کے وقوع سے پہلے ہوتا ہے اس لئے بندوں کا کسی کام کو انجام دینا اس بات پر مبنی نہیں ہے کہ انہیں تقدیر الٰہی کی بابت جانکاری حاصل ہے (جس کی روشنی ہی میں وہ اپنے افعال کی انجام دہی کرتے ہیں) لہٰذا جب صورتِ حال یہ ہے (یعنی بندوں کو اپنے لئے مقدر افعال کا علم ہی نہیں) تو پھر بندوں کو تقدیر سے حجت پکڑنے کا کوئی حق باقی نہیں رہا کیونکہ جس چیز کا علم بندوں کو ہے ہی نہیں اس سے احتجاج ان کے لئے کیونکر درست ہوسکتا ہے۔

❁ **سادساً:** ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انسان دنیاوی امور سے متعلق فائدہ مند چیزوں ہی کی رغبت رکھتا ہے اور انہیں کو حاصل کرتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں کرتا کہ فائدہ مند چیزوں کو چھوڑ کر غیر مفید چیزوں کو اختیار کرے پھر تقدیر سے حجت پکڑے۔ سوال یہ ہے کہ (جب دنیاوی امور میں اس کی یہ حالت ہے تو) دینی امور سے متعلق وہ نفع بخش چیزیں کیوں ترک کر دیتا ہے؟ اور کیوں نقصان دہ اور مضر چیزوں ہی کے پیچھے پڑ کر تقدیر سے احتجاج کرنے بیٹھ جاتا ہے؟ کیا دونوں ہی معاملے یکساں نہیں ہیں؟

☆ اس بات کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ اگر کسی انسان کے سامنے دو راستے ہوں

ایک راستہ اسے ایسے شہر میں پہنچاتا ہو جہاں بدنظمی، قتل وغارت گری، لوٹ کھسوٹ، آبرو ریزی، خوف ودہشت اور بھک مری وغیرہ کا دور دورہ ہو۔ جبکہ دوسرا راستہ اسے ایسے شہر میں لے جاتا ہو جہاں نظم وضبط، امن وسکون عیش وآرام، جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت ہوتی ہو تو بتائیے کہ وہ شخص کس راستے پر چلے گا۔ ظاہر ہے وہ دوسرے راستے ہی کو اختیار کرے گا جو اسے امن وشانتی اور بہترین نظام والے شہر تک پہنچائے گا۔ کوئی بھی علقمند شخص ایسا نہیں کرسکتا کہ لا قانونیت اور خوف ودہشت والے شہر کا راستہ اپنائے پھر تقدیر سے احتجاج کرے۔ سوال یہ ہے کہ پھر ایک آدمی آخرت سے متعلق جنت کی جگہ دوزخ کا راستہ کیوں اختیار کرتا ہے اور اس پر تقدیر سے احتجاج کرنے بیٹھ جاتا ہے؟

☆ دوسری مثال: ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مریض کو دوا پینے کا حکم دیا جاتا ہے اور وہ پیتا ہے جبکہ اس کا دل اسے گوارا نہیں کرتا۔ اسی طرح مریض کو نقصان دہ غذاؤں سے روکا جاتا ہے چنانچہ وہ ایسی غذاؤں کو ترک کردیتا ہے جبکہ اس کا دل نہیں مانتا ایک مریض یہ سب کچھ شفایابی اور حصول تندرستی کے لئے کرتا ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ایک مریض (کڑوی) دوا پینے سے انکار کردے یا نقصاندہ غذاؤں کا استعمال کرلے اور پھر تقدیر سے احتجاج کرنے بیٹھ جائے۔ جب معاملہ یہ ہے تو ایک انسان اللہ اور اس کے رسول کے فرامین سے کیوں روگردانی کرتا ہے اور کیوں اللہ اور اس کے رسول کے منع کردہ امور کا ارتکاب کرتا ہے پھر اس پر تقدیر سے حجت پکڑتا ہے۔

❁ **سابعاً:** جو شخص واجبات کے ترک اور معاصی کے ارتکاب پر تقدیر سے حجت پکڑتا ہے اس پر اگر کوئی شخص ظلم کرے اور اس کا مال چھین لے یا اس کی بے حرمتی کردے پھر وہ تقدیر سے احتجاج کرتے ہوئے اس سے کہے: کہ دیکھو مجھے مت کہنا کیونکہ میرا ظلم وجور میرے مقدر میں تھا تو وہ شخص اس ظالم کی حجت قطعاً قبول نہیں کرے گا۔ تو جب ایسے شخص

کے نزدیک غیر کی جانب سے اپنے اوپر کئے گئے ظلم پر تقدیر سے احتجاج قابل قبول نہیں تو یہ شخص اللہ کے حقوق پر ظلم کر کے خود اپنے لئے تقدیر سے حجت کیوں روا سمجھتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور لایا گیا جو ہاتھ کاٹے جانے کا مستحق تھا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ اس پر چور بول پڑا کہ امیر المومنین! ٹھہریئے! میں نے اللہ کی تقدیر ہی سے چوری کی ہے۔ امیر المومنین نے جواب دیا ہم بھی اللہ کی تقدیر سے ہاتھ کاٹ رہے ہیں۔ (۱)

تقدیر پر ایمان لانے کے فوائد

تقدیر پر ایمان لانے کے بیش بہا فوائد ہیں۔

☆(۱) مسببات کے اختیار کرتے وقت اللہ پر کامل بھروسہ، بایں طور کہ مسببات بذات خود قابل اعتماد نہیں کیونکہ ہر چیز اللہ کی تقدیر سے ہے۔

---

(۱) عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ قصہ مختلف الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔ مؤلف نے جن الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے تلاش بسیار کے باوجود بھی اس کے مصدر تک رسائی نہیں ہو سکی۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسی مفہوم کی بات نقل کی ہے لیکن کوئی حوالہ نہیں ذکر کیا ہے اور صیغہ تمریض سے نقل کیا ہے۔ دیکھیے: [منهاج السنة النبوية : ٢/٢٣٤]

البتہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اسے اپنی سند سے ''حماد المالکی'' کے طریق سے روایت کیا ہے [الجامع لأخلاق الراوى:٢/١٦٩] اور ''حماد المالکی'' کو امام دارقطنی نے کذاب کہا ہے۔ دیکھئے: [الضعفاء والمتروكين للدارقطني ت الأزهري:ص ١٠٥]۔ لہٰذا یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے مختصرا یہی روایت میزان الاعتدال میں نقل کی ہے لیکن اس میں ''حماد المالکی'' کی جگہ ''حیان بن عبداللہ ابوجبلہ الدارمی'' کا ذکر کیا ہے۔ اور اسے بھی کذاب بتلایا ہے [ميزان الاعتدال للذهبي ت البجاوى: ١/٦٢٢]۔ لیکن شاید میزان الاعتدال میں ''حیان'' کا نام غلط درج ہوا ہے اور صحیح نام ''حماد المالکی'' ہی ہے جیسا کہ خطیب بغدادی کی کتاب میں پوری صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ واللہ اعلم۔ (مترجم)

☆(۲) مرادیں حاصل کر لینے کی صورت میں آدمی اپنے آپ پر گھمنڈ نہ کرے کیونکہ مرادوں کی حصول یابی منجانب اللہ ایک نعمت ہے جو عند اللہ پہلے ہی سے اسباب خیر و فلاح کے تحت مقدر تھی۔ اگر آدمی اپنے اوپر فخر کرے گا تو وہ اس نعمت کا شکریہ نہیں ادا کر سکتا۔

☆(۳) اللہ رب العالمین کی تقدیر سے پیش آمدہ حالات پر اطمینان اور قلبی راحت، اگر کوئی محبوب شیٔ چھن جائے یا کوئی مصیبت لاحق ہو تو یہ افسوس کا مقام نہیں کیونکہ ہر ایک چیز اس اللہ کی تقدیر سے وقوع پذیر ہوتی ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور جو کچھ مقدر میں ہے وہ ہو کر رہے گا اللہ تعالیٰ اسی بابت فرماتا ہے:

﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ،لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ [۵۷/الحدید : ۲۲ تا ۲۳]

”زمین پر اور تمہاری جانوں پر جو مصیبت آتی ہے وہ سب کی سب ایک کتاب میں لکھی جا چکی ہے یہ چیز اللہ کے لئے بہت آسان ہے (اور ایسا اس لئے) تاکہ جو چیزیں تم سے چھن جائیں ان پر افسوس نہ کرو اور جو چیزیں تمہیں عطا کی جائیں ان پر گھمنڈ نہ کرو اللہ تعالیٰ گھمنڈ کرنے اور اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا“

اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

”عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ“(۱)

”مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے اس کے ہر کام میں بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوشی لاحق ہو پھر اسی پر وہ اللہ کا شکریہ ادا کرتا ہے تو اس

(۱)مسلم:- کتاب الزهد والرقائق:باب المؤمن أمره كله خير،رقم (۲۹۹۹)

میں اس کے لئے بھلائی ہے۔ اور اگر پریشانی لاحق ہو پھر صبر سے کام لے تو یہ چیز بھی اس کے لئے بہتر ہے۔

تقدیر کے سلسلے میں دو گمراہ فرقے

(۱) جبریہ

ان کا کہنا ہے کہ بندے اپنے افعال پر مجبور ہیں نہ تو وہ چیز کا خود سے ارادہ کرتے ہیں اور نہ ہی کسی چیز پر از خود قادر ہیں۔

(۲) قدریہ

ان کا کہنا ہے کہ بندوں کو اپنے اعمال پر مکمل اختیار حاصل ہے وہ اپنے تمام اعمال اپنے ارادے وقدرت سے انجام دیتے ہیں۔ اللہ رب العالمین کی مشیئت وقدرت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

پہلے فرقے کی تردید **شریعت** اور **واقع** دونوں سے ہوتی ہے۔

شریعت : اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے ارادہ ومشیت کو ثابت کیا ہے اور ان کی جانب اعمال کی اضافت کی ہے۔ فرمان باری ہے:

﴿**مِنكُم مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنكُم مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ**﴾[۳/ آل عمران : ۱۵۲]

”تم میں کچھ ایسے ہیں جو دنیاوی زندگی کو چاہتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو آخرت ہی کی زندگی چاہتے ہیں“

مزید ارشاد ہے:

﴿**وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا**﴾[۱۸/ الکہف: ۲۹]

”کہہ دو حق تمہارے رب کی جانب سے ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر

کی راہ اختیار کرے ہم نے ظالموں کے لئے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انہیں گھیر لیں گی"

نیز فرمایا:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ﴾[٤١/حم السجده: ٤٦]

"جس نے نیک عمل کیا تو اپنے لئے ہی کیا اور جس نے برائی کی تو اپنی خاطر کی اور تمہارا رب بندوں پر قطعی ظلم کرنے والا نہیں"

واقع : ہر انسان کو اس بات کا فرق بخوبی معلوم ہے کہ اس کے کچھ افعال اختیاری ہوتے ہیں جسے وہ اپنے ارادے سے انجام دیتا ہے جیسے کھانا، پینا خریدنا، بیچنا وغیرہ اور کچھ افعال غیر اختیاری ہوتے ہیں جن کے وقوع میں ان کے ارادے کا کوئی دخل نہیں ہوتا جیسے بخار سے کانپنا، اونچائی سے گرنا وغیرہ۔ پہلی صورت میں انسان کو اختیار حاصل ہے اور وہ اپنے ارادے ہی سے اپنے کام کرتا ہے جبکہ دوسری صورت میں بندے کو کچھ اختیار نہیں اور وہ جو کچھ کرتا ہے اس میں اس کے ارادے کا کوئی دخل نہیں۔

دوسرے فرقے کی تردید شریعت اور عقل سے ہوتی ہے:

شریعت: اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر ایک چیز اس کی مشیئت ہی کے تحت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس بات کی وضاحت کی ہے بندوں کے افعال اللہ کی مشیئت کے تحت واقع ہوتے ہیں ارشاد ہے:

﴿ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَلَكِنِ اخْتَلَفُوا فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ﴾[٢/بقره: ٢٥٣]

”اگر اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے اپنے پاس دلیلیں آ جانے کے بعد آپس میں نہ لڑتے لیکن ان لوگوں نے آپس میں اختلاف کیا پھر ان میں کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ کافر ہو گئے اور اگر اللہ چاہتا تو یہ آپس میں نہ جھگڑتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے“

نیز فرمایا:

﴿وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾[۳۲/السجدة: ۱۳]

”اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت نصیب فرما دیتے لیکن میری یہ بات بالکل حق ہو چکی ہے کہ ضرور ضرور جہنم کو انسانوں اور جنوں سے پر کر دوں گا“

عقل: تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور انسان اس کائنات کا حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا مملوک ہے اور ایک مملوک کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ مالک کی ملکیت میں مالک کی اجازت اور ارادے کے بغیر تصرف کرے۔

اسلامی عقائد کے اہداف و مقاصد

لغت میں ''ہدف' کا اطلاق چند معانی پر ہوتا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ ہر وہ غرض جس کا ارادہ کیا جائے یا ہر وہ چیز جس کا قصد کیا جائے۔

اسلامی عقائد کے اہداف اس کے وہ پاکیزہ اغراض و مقاصد ہیں جن کے نتیجے میں اسلامی عقیدے پر ثبات قدمی حاصل ہو۔ یہ بہت زیادہ اور طرح طرح کے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ خلوص نیت اور اللہ واحد کی عبادت :

کیونکہ خالق صرف وہی ہے جس کا کوئی شریک وساجھی نہیں اس لئے ضروری ہے کہ قصد و عبادت بھی صرف اسی وحدہ لاشریک کے لئے ہو۔

۲۔ عقل و فکر کو لاقانونیت کی دیوانگی سے نجات دلانا جو کہ دل میں اس عقیدہ کے نہ ہونے کے سبب پیدا ہوتی ہیں:

کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ جس شخص کے دل میں یہ اسلامی عقیدہ نہ ہو اس کا دل یا تو ہر طرح کے عقائد سے خالی ہوگا اور وہ محض شعوری مادوں کا پرستار ہوگا یا ایسا شخص عقائد و خرافات کی گمراہیوں کا دیوانہ ہوگا۔

۳۔ قلبی و ذہنی راحت :

اس عقیدے کے حامل شخص کے دل میں نہ تو کوئی آزردگی ہوگی اور نہ ہی اس کے ذہن میں کسی قسم کا اضطراب پایا جائے گا۔ کیونکہ یہ عقیدہ ایک مومن کو اس کے خالق سے اس طرح جوڑ دیتا ہے کہ وہ صرف اپنے خالق ہی کو تنہا رب، مدبر، حاکم اور قانون ساز تسلیم کر لیتا ہے پھر اس کا دل اس کی تقدیر سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اس کا سینہ اسلام کے لئے کھل

جاتا ہے۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اب اس کے دل میں اس کے رب کے علاوہ کسی اور ہستی کا تصور باقی نہیں رہتا۔

٤۔ اللہ کی عبادت اور مخلوقات کے ساتھ معاملات میں گمراہی سے ایمان و عمل کی حفاظت :

اس عقیدے کے ارکان میں ایک رکن رسولوں پر ایمان لانا بھی ہےاور یہ اس بات کو بھی شامل ہے کہ انہیں کے نقش قدم پر چلا جائے جس میں ایمان وعمل کی حفاظت ہے۔

٥۔ معاملات میں احتیاط اور سنجیدگی:

نیک عمل کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ آئے تو اسے غنیمت سمجھنا چاہئے تا کہ ثواب میں زیادتی ہو۔اور جہاں کہیں برائی کا موقع ہو وہاں سے دور رہنا چاہئے۔تا کہ عقاب الٰہی کے مستحق نہ ہوں۔ارکان ایمان میں سے ایک رکن بعث اوراعمال کا بدلہ دئے جانے پر ایمان بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ﴾[٦/انعام :١٣٢]

''اور ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کے سبب درجے ملیں گے۔اور آپ کا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے''

حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اس مقصد پر ابھارا ہے:

'' الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَلَا تَعْجِزْ وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا،وَلَكِنْ قُلْ قَدَرُ اللَّهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ فَإِنَّ

لَوْ تفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ"(۱)

''ایک طاقتور اور مضبوط مومن اللہ کے یہاں ایک کمزور مومن سے زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے۔تاہم بھلائی سب میں ہے۔جو چیز تمہارے لئے نفع بخش ہوا سے کرنے کی کوشش کرو اور اسی کیلئے اللہ سے مدد طلب کرو۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہ بیٹھ جاؤ۔ اگر تمہیں کوئی پریشانی لاحق ہو جائے تو یہ ہرگز نہ کہو کہ ''اگر'' میں نے ایسا کیا ہوتا تو ایسا ہوتا، بلکہ یوں کہو کہ اللہ نے جو مقدر کیا تھا اور چاہ رکھا تھا وہی ہوا کیونکہ ''اگر'' یہ شیطانی عمل کی طرف لے جاتا ہے''

٦۔ ایک ایسی پر شوکت امت کو وجود میں لانا جو اپنے دین کی پختگی اور اس کے ستونوں کی مضبوطی کی خاطر اپنی ہر چھوٹی بڑی چیز کی قربانی پیش کرے۔ اور اسے اس راہ میں جو مصائب ومشکلات پیش آئیں ان کی چنداں پرواہ نہ کرے۔اللہ تعالیٰ اسی سلسلے میں فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ﴾[٤٩/حجرات: ١٥]

''مومن تو ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر پکا ایمان لائیں پھر شک وشبہ نہ کریں اور اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں (اپنے دعوائے ایمان میں) یہی سچے اور راست گو ہیں''

(۱) مسلم:-القدر:باب فی الأمر بالقوة وترك العجز والاستعانة بالله وتفويض المقادير لله،رقم(٢٦٦٤)

۷۔ افراد و اقوام کی اصلاح کے ذریعہ سعادت دارین حاصل کرنا اور ثواب و درجات پانا۔

اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں فرماتا ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾[١٦/نحل: ٩٧]

''جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت لیکن با ایمان ہو تو ہم اسے یقیناً نہایت بہتر زندی عطا فرمائیں گے۔اوران کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی اہیں ضرور ضرور دیں گے''

اسلامی عقیدی کے یہ چند اہداف مقاصد ہیں ۔ دعا ہے کہ رب العزت ہم تمام مسلمانوں کواس سے سرفراز کرے۔

اردو ترجمہ
کفایت اللہ سنابلی
۷/محرم ۱۴۲۶ھ
۱۶/فروری ۲۰۰۵ء